زیرِ سرپرستی

داعیٔ اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ

خضرِ راہ دہلی

شمارہ 7

جلد 1

ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

اکتوبر ۲۰۱۲ء

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی

مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی

مولانا ذیشان احمد مصباحی

مولانا اشتیاق عالم مصباحی

مولانا شاہد رضا ازہری

مولانا عارف اقبال

شاکر عالم مصباحی

مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی

مولانا محمد عمران ثقافی

مولانا کتاب الدین رضوی

مولانا قمر احمد اشرفی

مولانا سجاد عالم مصباحی

ڈاکٹر شہزاد انجم

جناب احمد جاوید

مدیران

محمد جہانگیر حسن ۔ شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم ۔ ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی

اشتہار منیجر : موسیٰ رضا

تزئین کار : منظر سبحانی

نوٹ:

مضمون نگار کے افکار و نظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

قیمت فی شمارہ	: 20 روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے و لائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40 امریکی ڈالر
لائف ممبر شپ	: 5000

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضر راہ

F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔۴۴

KHIZR-E-RAH(Monthly)

F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid

Badarpur, New Delhi.44

E-Mail-khizrerah@gmail.com

Mobile: 09312922953

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کرا کر آفس ''ماہنامہ خضر راہ'' F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔44 سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی / جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

مضامین

خضرِ راہ

حمد و مدح:	شاہ عارف صفی، شاہ احسان اللہ محمدی	۳	ضیائے حدیث:	مقصود عالم سعیدی	۱۲
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۴	شرعی مسائل:	مولانا یعقوب علی خاں	۱۳
اداریہ:	ابوسعید حسن سعید صفوی	۵	شہ پارۂ اسلاف:	مخدوم شیخ سعد خیرآبادی	۱۵
دعوت قرآن:	ذیشان احمد مصباحی	۸	اسرار التوحید:	شیخ محمد بن منور	۱۷
		۱۰			۲۱

علم و عرفان

مضامین	مضمون نگار	صفحہ
مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہٗ	امام الدین سعیدی	۲۴
بیعت اور خرقہ	غلام مصطفیٰ ازہری	۲۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام	جہانگیر حسن	۳۱
حج وہی جو گناہوں سے پاک کردے	اشتیاق عالم مصباحی	۳۴
ارکان حج کا فلسفہ	سید قمر الاسلام	۳۷
ماہ ذی الحجہ اور قربانی کی فضیلت	شاہد رضا ازہری	۳۹
قربانی کے مخصوص ایام	کوثر امام قادری	۴۲
قربانی کی حقیقت اور مفہوم	افتخار عالم سعیدی	۴۶
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی	انجم راہی	۴۸
روضۂ رسول کی زیارت	ضیاء الرحمٰن علیمی	۴۹
خواتین کی تعلیم: چند بنیادی پہلو	فاطمہ ذیشان	۵۰
سب سے بڑی قربانی (بچوں کے لیے)	فیضان عزیزی	۵۲
انسانی تخلیق کا اصل مقصد اللہ کی معرفت	سید سلمان	۵۴
مولانا آزاد اردو یونیورسٹی	شوکت علی سعیدی	۵۸
مشکل الفاظ کے معانی اور مفاہیم	ادارہ	۶۱
خضر راہ کی ایجنسیاں اور ان کے پتے	شعبۂ اشاعت	۶۳

حمد و مدح

جام وحدت

دوعالم میں جلوہ ترا ماہ رو ہے
تماشائی بن کر تو ہی کو بہ کو ہے
اگرچہ حسینان عالم کو دیکھا
مگر میری نظروں میں بس تو ہی تو ہے
ہوس باغِ جنت کی اصلاً نہیں ہے
ہمیں کوئے جاناں کی بس آرزو ہے
نگاہِ حقیقت سے دیکھا جدھر کو
ہماری نظر میں تو ہی سو بہ سو ہے
سنبھلنا ہے دشوار یارو کہ ساقی
لیے آج ہاتھوں میں جام و سبو ہے
چہکتی ہے بلبل گلستاں کے اندر
یہ کس گل بدن کا وہاں رنگ و بو ہے
ہوا جام وحدت سے سرمست عارفؔ
نہیں دل میں باقی کوئی آرزو ہے

مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہٗ

قبلہ وکعبہ

قبلہ و کعبہ ہے بے شک ہم فقیروں کا یہی
آستانہ حضرت مخدوم شاہ عارف صفی
طالبان شوق کی بجھتی ہے جس سے تشنگی
در حقیقت وہ ہے دربار شہِ عارف صفی
دیکھ کر حسنِ کمالاتِ ولایت کی بہار
سارے عالم سے کھنچے آتے ہیں ابدال و ولی
آنکھ ہو جس کی وہ دیکھے ظاہر و باطن یہاں
ہرطرف پھیلا ہوا ہے نورِ فیضان نبی
با امید عفو آیا ہوں بصد عجز و نیاز
آپ کے دربار میں پڑھتا ہوا نادِ علی
بھیک پاتے ہیں تری سرکار سے ہر روز و شب
نقشبندی قادری چشتی سہروردی سبھی
قبلہ عالم بنا ہے عاشقوں کے واسطے
بندۂ عاجز سعیدؔ اللہ چشتی قادری

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی

عرفانی مجلس

افادات: داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

تفقہ فی الدین کا صحیح مفہوم

حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا نے دوران گفتگو جامعہ عارفیہ کے ایک طالب علم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: فقہ کسے کہتے ہیں اور تم کون سا فقہ پڑھ رہے ہو؟

تھوڑے سے وقفے کے بعد حضرت نے خود ہی فرمایا: اگر مسائل شرعیہ، مثلاً حلال وحرام اور جائز وناجائز کا علم حاصل ہو تو وہ ''فقہ اسلامی'' ہے اور اگر مسائل اعتقادیہ مثلاً ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات، فرشتے اور آخرت کا علم ویقین اور اس کی فہم وسمجھ پیدا ہو تو وہ ''فقہ ایمانی'' ہے اور جس علم کے ذریعے قلبی امراض کا علم اور اس کا علاج معلوم ہو، حمیدہ اور رذیلہ خصلتوں کی تمیز حاصل ہو اور اخلاق حسنہ سے اپنے آپ کو مزین کرنے کا جذبہ پیدا ہو، اوامر ونواہی کی عملی قبولیت کا حوصلہ ملے، انذار وتبشیر کی روح پیدا ہو تو اس کو ''فقہ احسانی'' کہتے ہیں، جو اِن تینوں فقہ کا جامع ہو اُس کو ''عالم ربانی'' اور ''فقیہ کامل'' کہتے ہیں۔ اللہ نے جس فقہ کو حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ انھیں تینوں کا مجموعہ ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ (سورۂ توبہ:۱۲۲)

ترجمہ: لوگوں کے ہر گروہ سے ایسے چند افراد کیوں نہیں نکلتے جو فقہ دین حاصل کریں اور پھر جب اپنی قوم کی طرف واپس ہوں تو انھیں اللہ کا خوف دلائیں تاکہ لوگوں میں اللہ کا خوف وخشیت پیدا ہوں۔

یہی فقہ ہے جس سے اللہ کا خوف اور دعوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کا حامل خود بھی اللہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اللہ سے جوڑنے پر حریص ہو جاتا ہے، یہی اصل فقہ ہے اور اسی کے حصول کا نام تفقہ فی الدین ہے، کیوں کہ دین، اسلام، ایمان اور احسان کے مجموعے کا نام ہے، نہ کہ صرف اسلام کے ظاہری قوانین اور فروعات کا نام دین ہے؟

قربانی اور فلسفۂ شکر

حق تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے فضل وکرم سے انسان کی تخلیق فرمائی، کائنات کو اس کی خاطر پیدا فرمایا اور اپنے انعام واکرام کے شکریہ کے طور پر اس نے بندوں کو اپنی عبادت ومعرفت کا حکم دیا۔ اب جو بھی اس کے انعام واکرام کی باریابی کے باوجود اس کے احکام کی نافرمانی کرے گا، مستحق عذاب ہوگا۔ اس کارساز نے شکرانہ کے بدلے مزید نعمت کی بشارت بھی سنائی۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے: لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ (ابراہیم:۷)

اگر تم شکر گزاری کروگے تو ہم تمہاری نعمتوں میں اور زیادتی کردیں گے۔

اس بشارت سے جہاں شکر گزاری کا حکم دیا جارہا ہے وہیں نعمت کی زیادتی کی خوشخبری بھی دی جارہی ہے۔

حق تعالیٰ اپنے بندوں سے کفران نعمت اور ترک عبادت کو ناپسند فرماتا ہے، نیز اس نے اپنے بندوں میں شکر گزار بندوں کے کم ہونے کی خبر بھی دی ہے:

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۔ (سبا:۱۳)

میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہیں۔

اب یہاں حقیقتِ شکر بھی سمجھنا ضروری ہوگیا کہ وہ کیا ہے جس کی باری تعالیٰ کے نزدیک اتنی اہمیت ہے اور روزمرہ میں ہم لوگ الحمدللہ، اللہ کا شکر اور اس طرح کی دعائیں بطور شکرانہ عادتاً کہتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود "شکر گزاروں" کی کمی کا بیان ہے؟

لہٰذا معلوم ہونا چاہیے کہ حقیقتِ شکر صرف زبان سے ادا نہیں ہوتی بلکہ اس میں نیت اور جذبۂ ایثار وقربانی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ ایک طرف ایک شخص تنہائی میں بیٹھ کر صرف تسبیح کے دانوں پر اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ کا ورد کررہا ہے، دوسری جانب ایک مجاہد اپنے تن، من اور دھن سے اعلاءِ کلمۃ الحق اور تبلیغ دین محمدی میں سرگرداں ہے، شکرانۂ نعمت دونوں جگہ ہے مگر کس کا شکر کتاب وسنت کے تقاضے کے مطابق ہے صاف اور واضح ہے۔

اپنے آپ کو، مال ومتاع کو راہ خدا میں قربان کردینا درحقیقت شکر کا بلند وبالا مرتبہ ہے۔ اس صورت میں بندہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر سراپا اپنے وجود سے اور مال ومتاع کی صورت میں پیش کررہا ہے اور اس طرح ایثار وقربانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے شاکرین بندوں میں شامل ہوجاتا ہے، شکر کے اس معنی کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔ (سنن ترمذی)

یعنی جو لوگوں کا احسان نہ مانے اوران کا شکر یہ ادا نہ کرے اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہیں ادا کیا۔

اس اعتبار سے شکر کے کئی درجے ہو جاتے ہیں:

۱۔شکر قلبی ۲۔شکر لسانی ۳۔شکر عملی

شکر قلبی: یہ ہے کہ دل سے منعم (اللہ) کے انعام کا اعتراف کرے کہ یہ نعمتیں اسی کی طرف سے ،اسی کے فضل سے ہیں۔ایثار و قربانی کے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دل سے اعتراف کرے کہ اس نے ان نعمتوں سے مجھے نوازا،اب اس کی بارگاہ میں اس کی قربانی پیش کرتا ہوں۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث مروی ہے:

مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلٰی عَبْدٍ نِعْمَۃً فَعَلِمَ اَنَّھَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِلاَّ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ شُکْرَھَا۔ (مستدرک،حاکم)

اللہ نے کسی بندے پر کوئی انعام فرمایا اور اس نے اس نعمت کو اللہ کی جانب جانا تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کا شکر یہ لکھ لیتا ہے۔

شکر لسانی: یہ ہے کہ زبان سے منعم (اللہ) کی تعریف کرے اور نعمتوں کا ذکر کرے اور اس کا اظہار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُذْکُرُوا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ۔ (احزاب:۹)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہوئیں۔

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ (ضحیٰ:۱۱)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خوب بیان کیا کرو۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اس کا شکر ہے،روایت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا:

کَیْفَ اَشْکُرُکَ یَا رَبِّ؟ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ: تَذْکُرُنِیْ وَلاَ تَنْسَانِیْ، فَاِذَا ذَکَرْتَنِیْ فَقَدْ شَکَرْتَنِیْ وَاِذَا نَسِیْتَنِیْ فَقَدْ کَفَرْتَنِیْ۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد:۱،ص:۴۶۴)

یا میرے رب! میں تیرا شکر کیسے کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا ذکر کرو اور مجھے کسی بھی حال میں نہ بھولو۔جب تم نے مجھے یاد رکھا تو میرا شکر کیا اور جب تم نے مجھے بھلا دیا میری ناشکری کی۔

شکر عملی: یہ ہے کہ نعمت کا استعمال صرف اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کرے،اس کا استعمال کسی بھی طرح حق تعالیٰ کی معصیت میں نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہے،جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں میں قیام فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب آپ سے اس کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا:

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ (بخاری و مسلم)

کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

☆☆☆

قرآن: ہدایت کی واحد ربانی کتاب جو محفوظ ہے

آغاز کلام

قرآن ربانی ہدایت کا آخری سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق فرمائی اور پوری کائنات میں سب سے افضل و بہتر تخلیق انسان کی شکل میں پیدا فرمائی۔ عقلا کے بقول: اللہ نے انسان کو دوسرے جانداروں سے دو اوصاف کے ذریعے ممتاز فرمایا ہے۔ ایک عقل کی دولت، دوسرے زبان کی نعمت۔

روئے زمین پر چلنے والا صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے اللہ نے سوچنے کی ایسی صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اپنے علم اور صلاحیت میں ہر دن اضافہ کر لیتا ہے۔ وہ ہر دن نئی نئی باتیں سوچتا ہے اور نئی نئی دریافتیں سامنے لاتا ہے۔ اسی طرح انسان جس خوبی کے ساتھ لفظوں میں اپنا مقصد ظاہر کر سکتا ہے، زبان کی یہ خوبی روئے زمین کی کسی اور مخلوق کو میسر نہیں ہے۔

انسانی عقل معرفت الٰہی کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ عقل کے اندر اللہ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ وہ کسی بھی صنعت (Production) کو دیکھ کر صنعت کار (Producer) کی خوبیوں کا ادراک کر لیتی ہے۔ یہ کارخانۂ ہستی بھی ایک نہایت خوبصورت، مرتب و منظم اور خوبیوں سے پر ایک صنعت ہے۔ عقل اسے جب دیکھتی ہے تو فوراً اس کے بنانے والے کی خوبیاں اس کی نگاہوں میں پھر جاتی ہیں۔ اس کے بعد وہ نہ صرف یہ چاہتی ہے کہ خالق کے وجود اور اس کی لازوال عظمتوں کا اعتراف کرے بلکہ اس کے ساتھ وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ وہ خالق کے اوصاف کو جانے اور اس عظیم کائنات کے پیچھے اس کے تخلیقی مقصد (Creation Plan) کو سمجھے، لیکن عقل کی مجبوری یہ ہے کہ وہ صرف اپنے پانچ ذرائع مواصلات (دیکھنے، سننے، چکھنے، چھونے اور سونگھنے کی قوتوں) سے آنے والی معلومات کا ہی ادراک کر سکتی ہے اور ان ذرائع مواصلات میں کوئی ایک ذریعہ بھی ایسا نہیں جس کا کوئی تعلق ذات خالق سے ہو۔ اس لیے عقل ایک طرف اللہ کے وجود کو ماننے پر مجبور ہے تو دوسری طرف وہ اللہ کی صفات اور اس کے مقاصد اور ارادوں کو صحیح طور پر جاننے اور سمجھنے سے لاچار و عاجز محض ہے۔

انسانی عقل کی اسی مجبوری و لاچاری کے پیش نظر اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے نبوت و رسالت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف ادوار میں لاکھوں پیغمبر آتے رہے۔ یہ سارے پیغمبر انسان ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ان منتخب بندوں سے خود کلام فرماتا، ان پر اپنے احکام نازل فرماتا اور وہ دوسرے انسانوں تک اس پیغام کو پہنچاتے رہتے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ جب دنیا میں علم عام ہو گیا اور تحریری شکل میں احکام کو محفوظ رکھنے کی آسانیاں پیدا ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغمبر عرب کی سرزمین پر مبعوث فرمایا۔ اس پیغمبر ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنا کلام ''قرآن کریم'' نازل فرمایا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (حجر: ۹)

''ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

کہہ کر خود ہی اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر آج تقریباً ساڑھے چودہ سو سال کا عرصہ گزر گیا۔ اللہ کا یہ پیغام آج بھی

اپنی اصل شکل وصورت میں تحریری طور پر بھی اور زبانی طور پر بھی موجود ہے۔ یہ کتاب آج کروڑوں انسانوں کے سینوں میں لفظ بلفظ محفوظ ہے اور اس کے اربوں نسخے کتابی شکل میں دنیا کے ہر حصے میں محفوظ ہیں۔ یہ اعزاز آج روئے زمین پر صرف اسی ایک کتاب کو حاصل ہے۔ پچھلے چودہ سو برسوں سے یہ کتاب دنیا والوں کو یہ چیلنج کرتے ہوئے آرہی ہے:

ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ اتارا ہے اگر اس کے تعلق سے تمھیں شک ہو تو تم اس کے مثل ایک سورہ ہی لا کر پیش کر دو۔
(بقرہ:۲۳)

یا نبی! آپ کہہ دیں کہ اگر سارے انسان وجنات مل کر بھی اس قرآن کی طرح کوئی کتاب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔ (اسرا:۸۸)

روئے زمین پر یہ واحد کتاب ہے جو پوری نوع انسانی کی ہدایت کے لیے آواز دے رہی ہے۔(هُدًى لِّلنَّاسِ:)اس کے ساتھ وہ اس حقیقت کا بھی اظہار کر رہی ہے کہ اس سے صحیح طور پر فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے اور جو راہ حق کے طالب ہیں۔(هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) (بقرہ:۲)

دنیا میں دو طرح کے انسان بستے ہیں۔ جدید سروے کے مطابق تقریباً ۹۲ رفیصد انسان وہ ہیں جو خالق کے وجود کا اعتراف کرتے ہیں اور ۸ رفیصد وہ انسان ہیں جو اس اعتراف میں تنگ دل واقع ہوئے ہیں۔ یہ وسیع کائنات بغیر خالق کے بن کر تیار ہوگئی ہے،اس نظریے کا قائل علمی اعتبار سے تمام روئے زمین پر ایک شخص بھی موجود نہیں ہے؛ کیونکہ یہ عقل ظاہر کے خلاف ہے۔ مگر اس کے باوجود ۸ رفیصد انسان ایسے بھی موجود ہیں جو کائنات کو دیکھتے ہوئے بھی خالق کائنات کے وجود کا اعتراف نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو خدا کا منکر (Atheist) کہا جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انھیں منکر سے زیادہ متعصب یا متشکک (Agnostic) یا غیر علمی رویہ کا حامل کہنا زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ان کا انکار کسی ٹھوس بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی شخص یہ نہیں کہتا کہ: ”اللہ نہیں ہے“ بلکہ وہ صرف یہ پوچھتے ہیں کہ: ”اللہ کہاں ہے؟“

اللہ کا اقرار کرنے والی دنیا کی ۹۲ رفی صد آبادی مختلف ادیان ومذاہب کی پیرو ہے۔ یہ پوری برادری خالق کائنات کے وجود کا کھلے ذہنوں کے ساتھ اعتراف کرتی ہے۔ ان سب کا ماننا ہے کہ ان کا مذہب خدائی مذہب ہے۔ خدا نے انھیں زندگی کے دستور اور اصول عطا کیے ہیں جن کی بنیادوں پر ان کے مذہبی اصول وقوانین مرتب ہیں اور وہ انھیں کے مطابق زندگی گزارنے کے مکلف ہیں، لیکن ان سب صداقتوں کے ساتھ ایک کھلی ہوئی نہایت بے غبار صداقت یہ بھی ہے کہ اس وقت قرآن کے علاوہ دنیا میں جتنی مذہبی کتابیں ہیں نہ ان میں سے کوئی کتاب یہ دعوی کرتی ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے جیسے نازل کی گئی تھی اسی طرح محفوظ ہے اور نہ علمی بنیادوں پر ان میں سے کسی مذہبی کتاب کا انتساب اس کے پیغمبر تک صحیح طور سے درست ہے۔ یعنی تمام مذہبی کتابوں میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کا خود بھی دعوی ہے اور اس کے بارے میں یہ دعوی کیا بھی جا سکتا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسی نازل ہوئی تھی ویسی ہی تحریری طور پر محفوظ ہے۔ یہ دعوی علمی اور تحقیقی بنیادوں پر دنیا کی کسی کتاب کے بارے میں نہیں کیا جا سکتا۔ حد تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں کوئی ایک اسکالر بھی ایسا نہیں جو قرآن کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے بارے میں اس قسم کا دعوی رکھتا ہو، یا ایسے دعوے کو درست سمجھتا ہو۔
(باقی آئندہ)

حج وعمرہ احادیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں حج اور عمرہ کو ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے جن کی بے شمار فضلتیں وارد ہوئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی جو پانچ بنیادیں بتائی ہیں ان میں سے ایک حج بھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ.

فَقَامَ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ: أَفِی کُلِّ عَامٍ یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟ قَالَ: لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوا بِهَا، وَلَمْ تَسْتَطِیعُوا أَنْ تَعْمَلُوا بِهَا، اَلْحَجُّ مَرَّۃٌ فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ۔ (بیہقی، کتاب الحج)

ترجمہ: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو اقرع بن حابس نے کھڑے ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ! کیا ہر سال؟

فرمایا: اگر میں کہہ دوں تو ہر سال واجب ہوجائے گا اور اگر ہر سال حج واجب ہوجائے تو تم اسے ادا نہیں کرسکو گے، کیونکہ تم لوگوں کو اس کی طاقت نہیں ہے، حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے تو جو شخص قدرت رکھے یہ نیک عمل کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَیُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُولِهِ۔

قِیلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ۔

قِیلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔

عرض کیا گیا پھر کون سا عمل؟

فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

عرض کیا گیا پھر کون سا عمل؟ فرمایا: حج مقبول۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَیْتَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (بخاری ومسلم، کتاب الحج)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا اور ہر طرح کی بے ہودگی اور فسق وفجور سے پرہیز کیا تو وہ حج سے اس طرح لوٹے گا گویا اسے اس کی ماں نے ابھی جنم دیا ہو یعنی وہ گناہوں سے پاک ہوجائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعُمْرَۃُ إِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَیْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَیْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلاَّ الْجَنَّۃُ۔ (بخاری، کتاب العمرۃ)

ترجمہ: ایک عمرہ دوسرے عمرے تک سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور حج کا بدلہ اور اجر جنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰہِ إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ وَإِنِ

اسۡتَغۡفَرُوہُ غَفَرَ لَھُمۡ۔ (ابن ماجہ، کتاب مناسک)

ترجمہ: حجاج یعنی حج کرنے والے اور عمار یعنی عمرہ ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفد ہیں، اگر وہ اللہ سے کچھ طلب کریں تو وہ اُنھیں عطا فرماتا ہے اور اس سے بخشش چاہیں تو وہ اُن کی بخشش فرما دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنۡ خَرَجَ حَاجًّا اَوۡ مُعۡتَمِرًا اَوۡ غَازِیًا ثُمَّ مَاتَ فِی طَرِیۡقِهٖ کَتَبَ اللّٰہُ لَهٗ اَجۡرَ الۡغَازِیۡ وَالۡحَاجِ وَالۡمُعۡتَمِرِ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ۔ (شعب الایمان، فضل الحج والعمرۃ)

ترجمہ: جو شخص حج، عمرہ یا جہاد کے ارادے سے نکلا اور پھر وہ راستے ہی میں وفات پا گیا تو اللہ تعالیٰ اُسے غازی، حاجی اور عمرہ ادا کرنے والے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَابِعُوۡا بَیۡنَ الۡحَجِ وَالۡعُمۡرَةِ فَاِنَّ الۡمُتَابَعَةَ بَیۡنَهُمَا تَنۡفِی الۡفَقۡرَ وَالذُّنُوۡبَ کَمَا یَنۡفِی الۡکِیۡرُ خَبَثَ الۡحَدِیۡدِ۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک)

ترجمہ: حج اور عمرہ ادا کرتے رہا کرو، اس لیے کہ یہ دونوں مفلسی اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنۡ مَلَکَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهٗ اِلٰی بَیۡتِ اللّٰہِ وَلَمۡ یَحُجَّ فَلَا عَلَیۡهِ اَنۡ یَمُوۡتَ یَهُوۡدِیًّا اَوۡ نَصۡرَانِیًّا۔

(ترمذی، ابواب الحج)

ترجمہ: جو اس قدر سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو کہ وہ اُسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور اس نے حج نہ کیا تو اس بات کا خوف ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

اس لیے فرض ہونے کی صورت میں سب سے پہلے حج ادا کر لے تاکہ فرض عمل چھوڑنے کا مجرم نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنۡ أَرَادَ الۡحَجَّ فَلۡیَتَعَجَّلۡ فَإِنَّهٗ قَدۡ یَمۡرَضُ الۡمَرِیضُ وَتَضِلُّ الضَّالَّةُ وَتَعۡرِضُ الۡحَاجَةُ۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک)

ترجمہ: جو شخص حج کا ارادہ کرے تو وہ فوراً حج کر لے کیونکہ کبھی انسان بیمار ہو جاتا ہے، کبھی آمد و رفت کا بندوبست نہیں ہو پاتا ہے اور کبھی کوئی ضرورت رکاوٹ بن جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تَعَجَّلُوۡا إِلَی الۡحَجِّ یَعۡنِی الۡفَرِیضَةَ فَإِنَّ أَحَدَکُمۡ لَا یَدۡرِی مَا یَعۡرِضُ لَهٗ۔ (مسند احمد، ابن عباس)

ترجمہ: فرض حج ادا کرنے میں جلدی کرو کیونکہ کسی کو یہ نہیں معلوم کہ اُسے کب کہاں کیا ضرورت پیش آ جائے۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حج اور عمرہ فضل و شرف والے اعمال ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے اور تقویٰ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقبول حج نصیب کرے اور اپنی رضا سے قریب تر فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

☆☆☆

قربانی کے مسائل

مولانا محمد یعقوب علی خان
امام وخطیب مسجد خلیل اللہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ (سورۂ کوثر)

ترجمہ: نماز ادا کرو اپنے رب کے لیے اور قربانی کرو۔

قربانی واجب ہے

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی واجب ہونے کے لیے جن شرائط کا ذکر فرمایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ مسلمان ہونا۔ ۲۔ مقیم ہونا۔

مسئلہ: مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو جائز ہے ثواب پائے گا۔

۳۔ مالک نصاب ہونا، زندگی گزارنے والی چیزوں کے علاوہ جس کے پاس چھ سو گرام چاندی یا اس کی قیمت ہو تو مالک نصاب ہے، قربانی کے لیے زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ پہلی ذی الحجہ کے چاند دیکھنے سے لے کر دسویں ذی الحجہ تک نہ حجامت بنوائے اور نہ ناخن ترشوائے۔

مسئلہ: گھر میں اگر کئی افراد ہیں اور ہر شخص مالک نصاب ہے تو ہر ایک شخص پر قربانی واجب ہے، کسی ایک فرد، میت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام قربانی کردینے سے واجب کی ادائیگی نہیں ہوگی، بلکہ ہر فرد اپنی جانب سے قربانی کرے۔

قربانی کا وقت

☆ قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے صبح صادق سے بارہویں ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے تک ہے، یعنی تین دن اور دو راتیں، ان تینوں دنوں کو "ایام نحر" (قربانی کے دن) کہتے ہیں۔

☆ دسویں ذی الحجہ کے بعد کی دونوں راتیں "ایام نحر" میں شامل ہیں، ان میں بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔

☆ اگر شہر میں مختلف جگہوں پر عید کی نماز ہوتی ہے تو پہلی جگہ نماز ہوجانے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ عیدگاہ میں نماز ہوجائے تبھی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں نماز ہوگئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی جب بھی قربانی کی جاسکتی ہے اور یہ قربانی جائز ہوگی۔

☆ قربانی کے وقت میں قربانی کرنا واجب ہے۔ کوئی دوسری چیز قربانی کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، جیسے قربانی کی جگہ بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی تو کافی نہیں ہے۔

☆ خود قربانی کرنا مستحب ہے۔

☆ قربانی کے دن نکل گئے کسی نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو بھی صدقہ نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری عید آگئی۔ اب وہ چاہتا ہے کہ سال گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرلے، یہ درست نہیں بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا

اس کی قیمت صدقہ کرے اور اگر اس پر واجب ہے تو پھر اس سال کی قربانی الگ کرے۔

قربانی کے جانور

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے جب کہ فرمان نبوی پر قیاس کرتے ہوئے علمائے اسلام نے دیگر پالتو اور حلال جانوروں کی قربانی کو بھی جائز تسلیم کیا ہے مثلاً:

۱۔بکرا	۲۔دنبہ	۳۔اونٹ
۴۔بھیڑ	۵۔بھینس	۶۔گائے

نوٹ: قربانی کی نیت سے مرغ ذبح کرنا جائز نہیں۔

قربانی کا جانور عیب والا نہ ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانی کے جانوروں کا چار چیزوں سے پاک ہونا ضروری ہے:

۱۔ایسا لنگڑا نہ ہو جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

۲۔ایسا کانا نہ ہو جس کا ناپن ظاہر ہو۔

۳۔ایسا بیمار نہ ہو جس کی بیماری ظاہر ہو۔

۴۔اتنا دبلا نہ ہو کہ اس کی ہڈی سے گودا نکل نہ سکے۔

قربانی کا گوشت اور چمڑا

☆ قربانی کا گوشت خود کھا سکتے ہیں اور دوسرے مالدار و مفلس کو بھی کھلا سکتے ہیں بلکہ قربانی کرنے والے کے لیے اس گوشت سے کھانا مستحب ہے۔ جب کہ بہتر یہ ہے کہ تمام گوشت کو تین حصے کیے جائیں:

۱۔ایک حصہ مفلسوں کو دیں۔

۲۔ایک حصہ دوست واحباب کو دیں۔

۳۔ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے رکھیں۔

☆ قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ کسی مالدار کو کھلا سکتا ہے بلکہ تمام گوشت صدقہ کردینا واجب ہے۔

☆ اگر قربانی میت کی جانب سے ہو تو اس کا گوشت خود کھائے، احباب کو کھلائے اور مفلسوں کو بھی دے، تمام گوشت مفلسوں کو دینا ضروری نہیں۔

ہاں! اگر میت نے وصیت کی تھی تو اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ تمام گوشت مفلسوں میں صدقہ کردے۔

☆ قربانی کا چمڑا کسی بھی نیک کام میں لگایا جاسکتا ہے، اگر کسی نے چمڑے سے جانماز، مشکیزہ، تھیلی، دسترخوان اپنے استعمال کے لیے بنوالی تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

☆ قربانی کا چمڑا بیچے تو اس کی قیمت مفلسوں میں صدقہ کردے، بہتر یہ ہے کہ اپنے گاؤں محلے کے ایسے مفلس طالب علموں کو دیں جو علم دین حاصل کرنے میں مشغول ہوں۔

☆ قربانی کا چمڑا یا گوشت میں سے کوئی چیز ذبح کرنے والے یا قصاب کو اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں۔

اللہ تمام مسلمانوں کو شرعی قربانی کی توفیق بخشے اور نام ونمود سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ادارہ

قربانی کرنے کا طریقہ اور دعا

اللہ تعالیٰ بڑا علیم و حکیم ہے، تمام مخلوقات کی فطرت سے آگاہ ہے اور سب کے حقوق سے باخبر ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہر مخلوق خواہ انسان ہو یا جانور سب کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کا حکم دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء و مرسلین تشریف لائے سبھوں نے اللہ کے احکام پر نہ صرف عمل کیا بلکہ دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی اور بے رحمی اور ظلم و جفا سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی، یہاں تک کہ وہ جانور جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے حلال کیا ہے، اس کے ساتھ بھی نرمی کا حکم دیا ہے۔ یہ تو عام حلال جانور کی بات ہے لیکن رہ گئی قربانی کے جانور کی بات تو اس کے ساتھ اور بھی نرمی کرنی چاہیے اور بیدردی جیسے سلوک کرنے سے بچنا چاہیے۔

قربانی کرتے وقت جن امور کا لحاظ کرنا پسندیدہ ہے وہ درج ذیل ہیں:

☆ قربانی کے جانور کو ذبح سے پہلے چارہ پانی دیں۔
☆ چھری پہلے سے تیز کرلیں، جانور کے سامنے تیز نہ کریں۔
☆ جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹائیں۔
☆ ذبح کرنے والا اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھے۔
☆ اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

پھر اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

کہہ کر ذبح کرے۔

☆ ذبح کرنے کے بعد یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ .... کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

مِنْ کے بعد جن لوگوں کی جانب سے قربانی ہے ان کے نام لیں اور اگر خود قربانی کرے تو مِنْ کی جگہ مِنِّیْ کہے۔

☆☆☆

ذرا غور کریں

جب کوئی آپ کی برائی کرتا ہے، کوئی آپ کا حق مار لیتا ہے، یا جب آپ کا بیٹا آپ کی نافرمانی کرتا ہے۔
اس وقت آپ کتنا غضبناک ہوتے ہیں؟
ذرا غور کریں جب آپ کسی کی برائی کریں گے، کسی کا حق غصب کریں گے اور اللہ کی نافرمانی کریں گے۔
اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے کتنا ناراض ہوتا ہوگا؟

مرید اپنے شیخ پر کامل یقین رکھے

مبارک بن محمد بن محمود سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کرمان کے رہنے والے تھے۔ پہلے پہل تجارت کی غرض سے لاہور آئے، وہاں سے اجودھن گئے جہاں خواجہ فرید الدین گنج شکر سے ملاقات ہوئی اور اُن کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی، اُنھیں کے خاندان میں سید محمد کرمانی پیدا ہوئے، جن کا لقب ''میر خورد'' یا ''امیر خورد'' ہے۔ اُنھوں نے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کی اور مدتوں ان کی مجلسوں اور محفلوں میں شریک رہے، ان کے ملفوظات کو جمع کیا اور جب ''سیر الاولیائ'' تالیف کی تو اس میں ان ملفوظات کو جمع کر دیا۔ عوام الناس کے فائدے کے لیے اُنھیں میں سے کچھ اقتباسات پیش ہیں۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ وہی کرے جو مرشد فرمائے لیکن پیر کو بھی چاہیے کہ وہ احکام شریعت اور طریقت کا عالم ہو، تاکہ وہ کوئی غیر شرعی حکم نہ دے بیٹھے، اگر کوئی بات ایسی کہہ دے جس میں اختلاف رائے ہو تو مرید کو وہی کرنا چاہیے جو مرشد فرمائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِخْتِلاَفُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ۔ (المقاصد الحسنۃ:۷۰)

امت میں اختلاف رائے رحمت ہے۔

اور شیخ نے کسی مجتہد کے قول ہی پر حکم دیا، اس لیے چاہیے کہ مرید، مرشد کے اشاروں پہ ہی کام کرے۔ جو آدمی مرشد کے پاس جاتا ہے، ہدیہ پیش کرتا ہے تو اُسے تحکیم کہتے ہیں یعنی وہ مرشد کو اپنے اوپر حاکم بنالیتا ہے۔ چنانچہ جو مرشد کہے اور مرید اُسے نہ سنے تو وہ تحکیم نہ ہوگی اور اگر مرشد کے بعض اقوال و افعال کا انکار کرے تو وہ مرید ہی نہیں۔

اس کے بعد ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بڑھیا تھی وہ جب کبھی شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خانقاہ میں آتی تو خانقاہ کے صحن میں جھاڑو دیتی۔

شیخ نے اس سے پوچھا کہ اس جھاڑو دینے سے تمہارا مقصد کیا ہے بتاؤ؟ مقصد تمھیں حاصل ہو جائے گا۔

بڑھیا نے کہا: ایک عرض ہے جب وقت آئے گا تو آپ سے پیش کر دوں گی۔

قصہ مختصر یہ کہ وہ بڑھیا اُسی طرح خدمت کرتی رہی یہاں تک کہ ایک دن ایک بڑا ہی حسین و جمیل جوان شیخ کی خدمت میں آیا اور ان سے بیعت حاصل کی۔ بڑھیا آئی اور شیخ سے کہا کہ اس نوجوان سے کہو کہ مجھے اپنے نکاح میں لے لے۔

شیخ کو تأمل ہوا، دل میں خیال آیا کہ یہ عورت بڑھیا اور بدشکل اور یہ جوان اور خوبصورت، یہ بات کیسے بنے گی۔ خلوت میں چلے گئے، تین دن تک کچھ کھایا نہ پیا۔

تین دن کے بعد دونوں کو بلایا، اس جوان کی طرف منھ کر کے فرمایا کہ اس بڑھیا کو اپنے عقد نکاح میں لے لو۔ جوان نے بڑی رضا و رغبت سے قبول کر لیا، اس کے بعد عورت نے عرض کی کہ شیخ! اسے حکم دیجئے کہ مجھے رونمائی بھی دے جیسا کہ

عروسی کی رسم ہے۔

شیخ نے حکم دیا ایسا ہی کرے گا اور فرمایا جو راتبہ پکاتے ہو اسے دوگنا کرلینا۔تب اس نے عرض کی کہ یا شیخ! اس جوان کو حکم دیں کہ مجھے زمین سے اٹھائے اور اپنے ہاتھوں سے تخت پر لے جائے۔ شیخ نے جوان کو حکم دیا کہ ایسا ہی کرنا۔

جب اس جوان نے بڑھیا کو زمین سے اٹھایا، بڑھیا نے کہا: اے شیخ! اس جوان نے تیرے سامنے مجھے خاک سے اٹھایا ہے، اسے حکم دیں کہ پھر خاک میں نہ ملادے یعنی اس کام کو وفاداری سے انجام دے اور مجھے پیٹھ نہ دکھائے۔

شیخ نے ایسا ہی کہا اور جوان نے قبول کرلیا۔

مرید کو اپنے مرشد سے بے حد محبت ہونی چاہیے بلکہ وہ یہ بات اپنے ذہن میں بخوبی بٹھالے کہ ہر زمانے میں مرشد کے سوا اللہ تک پہنچنے کا کوئی اور وسیلہ وذریعہ نہیں۔

اگر مرید کے دل میں معمولی سا خیال بھی آئے کہ دنیا میں میرے مرشد کے علاوہ بھی کوئی ایسا آدمی ہے جو اللہ تک پہنچا سکتا ہے تو فوراً شیطان اس کے عقیدے پر قبضہ جمالیتا ہے اور اُسے مرشد کی یاد میں مشغول ہونے سے ہر ممکن طریقے سے روکتا ہے اور اس کے عقیدے میں خلل ڈالتا ہے اور پھر ایسے کرشمے دکھاتا ہے جس سے اس کا عقیدہ اور بھی خراب ہوجاتا ہے۔ (اللہ ان سب سے محفوظ رکھے)

سلطان المشائخ سے سوال کیا گیا کہ اگر مرشد اپنے مرید کے حالات کا جائزہ لے اور عمل کو ڈانوا ڈول پائے اور اس کے عقیدے کا جائزہ لے اور اُسے پختہ ومضبوط پائے تو کیا مرید کے لیے امید ہے؟

فرمایا: ہاں ہے! اس کام میں اصل اور جڑ یہی عقیدہ ہے جیسا کہ بظاہر اصل ایمان کی سلامتی ہے اور جس طرح مومنوں کو چاہیے کہ توحید باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل ایمان رکھے، اسی طرح مرید کو چاہیے کہ اپنے مرشد کے بارے میں پختہ اور مضبوط عقیدت رکھے۔

جس طرح مومن گناہ سے کافر نہیں ہوجاتا اسی طرح مرید کا حال بھی ہے، اگر عقیدت درست رہے تو کسی ایک آدھ لغزش سے اُسے طریقت کی شاہراہ کا مرتد نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے کہ صاف عقیدے کی برکت سے وہ اُسے پھر حاصل کرسکتا ہے۔

پھر کہنے لگے کہ ایک بار خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مقصود تو اس کا عقیدہ ہے جو کوئی نیک ارادے اور پاک عقیدے سے آئے وہ اس بات کا اہل ہوگا کیونکہ پختہ عقیدے سے اس کے اپنے دل کو بھی راحت ملے گی اور اس راحت کو اپنے صحیح عقیدے سے دوسروں میں بھی پہنچا سکے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ لکھنوتی سے ایک آدمی خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا۔خواجہ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو اور کس نیت سے آئے ہو؟

اس نے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی درخواست کی۔

خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے سب دوستوں اور فرزندوں سے کہا کہ سورۂ فاتحہ پڑھو۔جب سب جمع ہوگئے تو پھر پوچھا کس نیت سے آئے ہو؟

اس نے کہا اسی فاتحہ کی التجا کرنے کے لیے آیا تھا۔

خواجہ رو پڑے کہ ایسا ہی عقیدہ ہونا چاہیے۔

فاتحہ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اس آدمی کا عقیدہ اس کے عمل کی بہ نسبت بہتر ہے۔ (باب ششم،ص:۳۴۶-۳۴۷)

☆☆☆

سلسلہ :7

شیخ محمد بن منور

اسرارالتوحید

شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمۃ والرضوان پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ ان کی پیدائش ''خراسان'' کے ''میہنہ'' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔ ''**اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید**'' ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کا ترجمہ بنام ''**اذکار السعید**'' مولانا رکن الدین سعیدی نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ **ادارہ**

ہمارے شیخ ابوسعید قدس سرہٗ نے قرآن کریم ابومحمد عنازی سے پڑھا، وہ اپنے وقت کے محتاط و متقی امام تھے، ان کا شمار خراسان کے مشہور قاریوں میں ہوتا تھا، ان کی تربت ''نسا'' شہر میں ہے۔ شیخ نے فرمایا: بچپن میں جب ہم قرآن سیکھ رہے تھے، ہمارے والد ابو الخیر ہمیں نماز جمعہ کے لیے لے گئے، مسجد کی طرف جانے والے راستے میں پیر ابوالقاسم بشر یاسین سے سامنا ہوگیا، وہ اپنے زمانے کے مشہور علما اور بڑے مشائخ میں سے ایک تھے، ان کی محفل ''میہنہ'' میں منعقد ہوتی تھی، شیخ نے بتایا کہ انھوں نے ہمیں دیکھ کر فرمایا: اے ابوالخیر!

یہ بچہ کس کا نور نظر ہے؟ میرے والد نے فرمایا: میرا نور نظر ہے۔ شیخ ابوالقاسم ہمارے قریب آئے، سامنے بیٹھ گئے اور اپنا چہرہ میرے چہرے کے روبرو لاکر کے نظریں گاڑ دیں، یکا یک ان کی آنکھیں بھیگ گئیں، پھر فرمایا: اے ابوالخیر! ہم اس جہان سے ایسی حالت میں نہیں جاسکتے کہ ولایت خالی رہ جائے اور یہ درویش ضائع ہوجائیں، اب جب کہ میں نے تمہارے اس فرزند کو دیکھ لیا ہے، مجھے اطمینان ہوگیا کہ اس بچے سے ولیوں کو حصہ ملے گا۔ یہ کہہ کر انھوں نے میرے والد سے فرمایا:

نماز سے فارغ ہوکر جب مسجد سے باہر آؤ تو اس بچے کو ہمارے پاس لاؤ۔

جب ہم نماز ادا کر چکے، ہمارے والد ہمیں ابوالقاسم بشر یاسین کے پاس لے گئے، ان کی خانقاہ پہنچ کر ہم ان کے سامنے بیٹھ گئے، خانقاہ میں بہت بلندی پر ایک طاق تھا، ابوالقاسم بشر یاسین نے میرے والد سے کہا: ابوسعید! اس کو اپنے کندھے پر چڑھالو، تاکہ یہ طاق میں رکھی ہوئی جو کی ایک ٹکیہ اپنے ہاتھوں میں لے لے۔

والد صاحب نے ہمیں اپنے کاندھے پر اٹھالیا، ہم نے ہاتھ بڑھا کر طاق کے اندر سے جو کی ایک ٹکیہ اٹھالی جو اچھی بھلی گرم تھی، یہاں تک کہ ہمارے ہاتھوں کو اُس کی گرمی کا احساس ہوا، ابوالقاسم نے ٹکیہ ہمارے ہاتھ سے لے لی، اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آیا، بھیگی پلکوں کے ساتھ انھوں نے اس ٹکیہ کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑا مجھے دیا اور فرمایا کہ کھاجاؤ، پھر دوسرا ٹکڑا اُنھوں نے خود کھالیا، میرے والد کو کچھ بھی نہ دیا۔

میرے والد نے عرض کیا: اے شیخ! کیا وجہ پیش آئی کہ آپ نے اس تبرک سے ہم کو کچھ عطا نہ کیا۔

ابوالقاسم بشر نے فرمایا: اے ابوالخیر! تیس سال کی ایک لمبی مدت گزر گئی تب سے ہم نے یہ ٹکیہ اس طاق میں سنبھال رکھا تھا اور ہم سے کہا گیا تھا کہ یہ ٹکیہ جس شخص کے ہاتھ میں گرم ہوجائے اس ذات کی برکت سے ایک جہان فیض پائے گا اور اس کا خاتمہ بھی اسی شخص پر ہوگا۔ اب یہ بشارت اس طرح پوری ہوگی کہ شخص مذکور تمہارا فرزند ہوگا۔

اس کے بعد شیخ ابوالقاسم بشر نے فرمایا: اے ابوسعید! یہ کلمات یاد کرلو اور مسلسل ان کا ورد جاری رکھو:

سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ، سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ عَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ۔ (شعب الایمان)

ترجمہ: ہم اعتراف کرتے ہیں کہ تو ہر کمی اور کوتاہی سے پاک ہے، ہم تیرے کمال کی صفات کا اس انکشاف پر اقرار کرتے ہیں کہ تو جاننے کے باوجود سزا میں دیری فرما کر برداشت کرتا ہے۔ ہم یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ تو تمام کمیوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے، ہم اس احسان پر تیرا شکر بجالاتے ہیں کہ تو قدرت رکھنے کے باوجود معاف فرما دیتا ہے۔

ہم نے ان کلمات کو یاد کرلیا اور ہم نے ہمیشہ اس کا ورد جاری رکھا۔

پھر شیخ نے فرمایا کہ ہم ان کے سامنے سے اٹھ کر باہر آ گئے اور ہم یہ نہ جان پائے کہ اس پیرحق آ گاہ نے اس دن کیا فرمایا تھا۔ اس کے بعد اس پیر صاحب کی زندگی ابھی آخر نہ ہوئی تھی کہ ہمارے شیخ بڑے ہوگئے اور اُن سے بہت سے فوائد و فیوض حاصل فرمائے۔

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ جب ہم پورا قرآن سیکھ چکے تو ہمارے والد نے کہا: کل ایک ادیب کے یہاں حاضر ہونا چاہیے جس سے تم زبان کی اصلاحات لے سکو۔ ہم نے اپنے استاذ سے پھر عرض کیا کہ ہمارے والد صاحب ایسا فرماتے ہیں، استاذ نے فرمایا: تم کو مبارک ہو اور ہمیں دعا دی، پھر فرمایا: ہماری طرف سے یہ الفاظ یاد کرلو:

لِاَنْ تَرُدَّ ھِمَّتُکَ عَلَی اللّٰہِ طَرْفَۃَ عَیْنٍ خَیْرٌ لَکَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ: اگر پلک جھپکنے کے برابر بھی تم اپنے ارادے اور پسند کو اللہ کی ذات کی طرف لوٹاؤ تو یہ تمہارے لیے اس تمام کائنات سے بڑھ کر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پلک جھپکنے بھر بھی تو اپنی ہمت و توجہ اگر حق کے ساتھ وابستہ کردے تو یہ تیرے حق میں اس بات سے بہتر ہے کہ روئے زمین تیری بادشاہت میں آجائے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر کہتے ہیں کہ ہم نے اس مفید فرمان کو یاد کرلیا۔ استاذ نے ہم کو حکم دیا کہ اس عبارت کو حل کرو، ہم نے عرض کیا کہ ہم حل کر چکے ہیں۔

یہ سن کر فرمایا کہ اللہ تمہارے علم میں برکت عطا فرمائے۔

اگلے دن والد صاحب مجھے ابوسعید عنازی کے پاس لے گئے، وہ امام، ادیب اور مفتی تھے۔ ایک عرصہ ہم نے ان کی شاگردی میں گزار دیا۔ دوران طالب علمی ہم شیخ ابوالقاسم بشر کے پاس بھی جاتے تھے اور ان سے ہم حقیقت مسلمانی سیکھتے تھے۔...

(باقی آئندہ)

☆☆☆

مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہٗ

سید سراواں ضلع الہ آباد ایک مشہور اور قدیم قصبہ ہے جہاں سلطان العارفین حضرت عارف صفی قدس سرہ کی ولادت تقریباً ۱۲۷۸ ہجری مطابق ۱۸۶۱ عیسوی میں ہوئی۔ آپ نسباً شیخ عثمانی ہیں اور آپ کے آباو اجداد میں شیخ بہاء الدین قدس سرہٗ ''غزنی'' کے رہنے والے تھے۔ تعلیم و تربیت گھر پر ہی ہوئی اور سولہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے تمام علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرلی۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت آپ کا خاص جوہر تھا۔ جب بیس سال کے ہوئے تو بیعت کی غرض سے صاحب سر قل ھواللہ شاہ محمد عبدالغفور محمدی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضری دی، بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور دین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوگئے، پھر جب تک زندہ رہے انسان دوستی، ہمدردی اور خلوص وللّٰہیت کی شمع روشن کیے رہے۔ بالآخر ۱۸ /ذی قعدہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق ۱۹۰۳ عیسوی میں بیالیس سال کی عمر پاکر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔
آپ نے چند یادگار تصانیف بھی چھوڑی ہیں، مثلاً:

۱۔ مثنوی معرفت ۲۔ دیوان عارف
۳۔ مرأۃ الاسرار ۴۔ گنجینۂ اسرار

تعلیمات وارشادات

سلطان العارفین شاہ عارف صفی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

جہنمی کی پہچان: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کے اوصاف قرآن کریم میں موجود ہیں۔ نبی دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں دوست رکھنے والے کو اپنا دوست اور اُنھیں دشمن رکھنے والے کو اپنا دشمن بتایا ہے۔ جس کے دل میں اُن کی محبت نہیں وہ بدنصیب، ظالم اور جہنمی ہے۔

والدین کی محبت: والدین کی خدمت کو ترک کرنا خدا کے قہر کا سبب ہوتا ہے۔ تمامی اللہ والوں نے ماؤں کی محبت ہی سے بلند مقامات حاصل کیے ہیں۔ جو شخص اللہ کی رضامندی چاہتا ہے اسے سب سے پہلے ماں کی خدمت کرنی چاہیے۔ کل جنتیں ماں کے قدم کے نیچے ہیں۔ دین وایمان کا دارومدار ماں کی رضاوخوشنودی پر ہے۔

خود پسندی: خود پسندی اور خودنمائی اہل دین کا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ ملعون نفس کا شیوہ ہوتا ہے، راہِ مولیٰ میں یہ سخت مذموم ہے، غرور کرنا شیطانی کام ہے، انسان کا کام عاجزی اور انکساری کرنا ہے۔

بے عمل علما کی صحبت: علمائے باعمل اور مشائخ کی وجہ سے دین میں خلل واقع نہیں ہوتا، اول احکام شریعت پر عمل کرتے ہیں اور پھر طریقت پر قائم رہتے ہیں، اگر دونوں میں سے ایک پر عمل نہ ہو تو فتنے پیدا ہوکر ایمان میں خلل پڑتا ہے۔ جو علما یا فقرا بے عمل ہوں اُن کی صحبت سے دور رہنا چاہیے۔

آخرت کی لذت: طالب آخرت دنیاوی لذات کے پیچھے نہیں پڑتے، آخرت کے مزے اور لذتیں دنیاوی لذتوں سے بہت اعلیٰ وافضل ہیں۔

ہوش وحواس کی نگرانی: اگر کسی مجلس یا محفل میں جانا ہو تو خود کو ناچیز سمجھے اور خاموش رہے۔ اپنے ہوش وحواس پر نگراں

رہے تاکہ لوگ غیبت نہ کریں اور جب تک بیٹھا رہے کسی پر بوجھ نہ بنے۔

حاجت روائی: دوسروں کی حاجت پوری کرے مگر اپنی حاجت دوسروں کے سامنے پیش نہ کرے۔

ریاکاری: ریاکاروں سے دور رہنا چاہیے جو انانیت کا دم تو بھرتے ہیں اور دنیا کی حرص ولالچ کے لیے دربدر مارے مارے پھرتے ہیں اور احکام شرعیہ سے روگرداں رہتے ہیں۔

مرشد کی خدمت: جو شخص کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کرے تو اس کو چاہیے کہ پیر کی خدمت کے لیے ہر طرح مستعد رہے، مگر یہ دنیوی رسم کے طور پر نہ ہو، بلکہ دل وجان سے ہونی چاہیے۔

چار چیزیں: اہل دنیا کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں، پہلی چیز تو صدق نیت ہے۔ دوسری آخرت کی فکر ہے۔

تیسری یادالٰہی اور چوتھی اگر بال بچے والا ہے تو اُن کی کفالت، اُن کے لیے روزی کی تلاش کرنی چاہیے لیکن اعتماد کلّی اللہ بزرگ وبرتر پر رکھنا چاہیے۔

طالب مولیٰ کے اوصاف

۱۔ طالب مولیٰ کو چاہیے کہ وہ نہایت بلند حوصلہ اور بڑی ہمت والا ہو، تاکہ اس راہ میں سربلند ہو۔ ایسی ہمت اور حوصلہ والا ہو کہ وہ دنیوی لذات ومراتب تو درکنار، مراتب اخروی پر بھی نظر نہ ڈالے اور صرف ذات واحد (اللہ) ہی اس کا مقصود ،مطلوب اور محبوب ہو، اُسے فضائل ومراتب کی تمنا تک نہ ہو۔

۲۔ نماز میں نہایت خشوع وخضوع اور عجز ونیاز کے ساتھ مولیٰ کی بارگاہ میں سربہ سجود ہو، یعنی حدیث احسان کے مطابق یہ سمجھو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا کم ازکم اتنا ہو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے اِس تصور کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔

۳۔ اپنے نفس کو اللہ کی راہ میں ہلاک کرے اور اپنے دل کو تعلقات ماسوا سے پاک رکھے۔

(پہلی بات سے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ مرجاؤ قبل اس کے کہ موت آئے، کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے حصے سے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ کی طرف)

۴۔ دوسروں کی غیبت ہرگز نہ کرے بلکہ اپنی ہی غیبت خود پر کرے۔

۵۔ غفلت اور جہالت کی بلاؤں سے دور رہے۔

۶۔ دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہے۔

۷۔ ہر شخص کو اپنے سے افضل جانے۔ اپنے عیبوں کو دیکھے، دوسروں کے عیوب پر نگاہ نہ رکھے۔

۸۔ کسی سے اپنی عزت کی خواہش نہ رکھے تاکہ دل پر نورالٰہی وارد ہو۔

۹۔ حرص وہوس کے پھندے سے آزاد رہے اور مالک کی رضا پر صبر کرے۔

۱۰۔ کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے خالی نہ رکھے اور غلط خیالوں سے دل کو پاک رکھے۔

۱۱۔ دھن اور دولت کی طرف متوجہ نہ ہو، رزّاق دوعالم (اللہ) پر نگاہ رکھے۔

۱۲۔ بلاؤں پر صابر رہے اور ہمیشہ اللہ کی رضا پر شکر گزار رہے۔

۱۳۔ اگر کوئی روپیہ پیسہ دے تو اُس کو خرچ کرکے اپنے سے دور کردے۔ (جمع نہ رکھے)

اللہ ہم سب کو اِن تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین بجاہ سیدالمرسلین)

☆☆☆

غلام مصطفی ازہری

بیعت اور خرقہ کی قسمیں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَائِمَةً بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ اَوْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ ظَاھِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ۔ (صحیح مسلم، الامارۃ)

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور ان کی مخالفت کرنے والے یا ان کی رسوائی چاہنے والے انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور ان کی موت اس حالت میں ہوگی کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ (رعد:۷)

ہر جماعت کے لیے ایک ہادی و رہنما ہے۔

اور جب نیکوں کی جماعت ہمیشہ سے اس دنیا میں رہے گی تو ضروری ہے کہ لوگ اس جماعت کے پاس ہجرت کر کے جائیں اور دین سیکھیں تاکہ وہ اپنی قوم کے لیے رہ نما بن جائیں اور لوگ اللہ کی معرفت حاصل کر سکیں جو کہ ایک مومن کی زندگی کا مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَائِفَةٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ۔ (توبہ:۱۲۲)

یہ نہیں ہو سکتا کہ تمام مسلمان دین سیکھنے کے لیے ایک ساتھ نکل جائیں تو ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر قبیلے سے ایک جماعت دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے نکلے اور واپس آ کر اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرائے شاید کہ وہ ڈریں۔

جب کوئی شخص کسی گروہ میں شریک ہونا چاہتا ہے تو اس گروہ کے سردار کو اپنا حاکم مانتا ہے اور اس گروہ کے قوانین پر عمل کرنے کا عہد و پیمان کرتا ہے اور اگر اس گروہ کی کوئی خاص یونیفارم ہو تو اسے بھی اپنا لیتا ہے، اس طرح وہ اس گروہ کا ایک فرد بن جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس گروہ کے چاہنے والوں میں اس کا بھی شمار ہونے لگتا ہے۔

اسی لیے جب نیکوں کی جماعت کے پاس یا ان کی خانقاہ میں کوئی شخص اس ارادہ سے آتا تھا کہ ان کی صحبت میں رہ کر اللہ کی معرفت حاصل کرے تو وہ سب سے پہلے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا اور شیخ کامل کے ہاتھوں پر بیعت (یعنی توبہ پر قائم رہنے کا عہد) کا ارادہ ظاہر کرتا، اگر شیخ اس کو ارادت میں سچا پاتا تو اسے بیعت کر کے بطور خرقہ قمیص یا ٹوپی عنایت کرتا، قینچی سے اس کے چند بال کاٹتا، اسے اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت دیتا اور اس کی تربیت پر خاص توجہ دیتا تاکہ وہ اس کے گروہ میں شامل ہو سکے۔

اس وقت عام طور پر خانقاہوں میں 'رسم بیعت' باقی ہے،

خرقہ پوشی اور مقراض رانی (بال کاٹنے) کا رواج ختم ہو چکا ہے لیکن بعض خانقاہوں میں بیعت کے وقت ٹوپی بطور خرقہ دی جاتی ہے جب کہ کچھ خانقاہوں میں آج بھی خلافت کے وقت خرقہ پوشی اور مقراض رانی (بال کاٹنے) کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

ارادت میں اصل شیخ کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا ہے، رسم بیعت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، خرقہ پوشی و مقراض رانی مشائخ کی سنت ہے۔ مشائخ کی کتابوں میں خرقے کی پانچ قسمیں مذکور ہیں جو اصل میں بیعت ہی کی قسمیں ہیں۔

''عوارف المعارف'' میں ہے: خرقہ پوشی بیعت کے عین مرادف ہے اور شیخ کی صحبت میں داخل ہونے کی دہلیز ہے اصل مقصد شیخ کی صحبت ہے اسی صحبت کی برکت کے سبب مرید سے ہر طرح کی خیر کی امید کی جاتی ہے۔ (ص: ۱۶۳)

شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ نے بیعت کی دو بنیادی قسمیں کی ہیں آپ فرماتے ہیں:

بیعت کی دو قسمیں ہیں: بیعت ارادت، بیعت تبرک۔

مشائخ کا مریدوں سے اصل مطالبہ بیعت ارادت کا ہے، بیعت تبرک تو محض بیعت ارادت سے مشابہت رکھتا ہے، اس لیے بیعت ارادت مرید حقیقی کے لیے ہے اور بیعت تبرک صرف مشابہت چاہنے والوں کے لیے ہے۔

(عوارف المعارف، ص: ۱۶۸)

''لطائف اشرفی''، میں بیعت کی پانچ قسمیں مذکور ہیں، لیکن حقیقت میں بیعت تبرک کے علاوہ بیعت کی باقی قسمیں بیعت ارادت کی مختلف شکلیں یا شاخیں ہیں، وہ پانچوں قسمیں درج ذیل ہیں:

۱۔ بیعت ارادت ۲۔ بیعت تربیت، بعض مشائخ اسے بیعت صحبت کا نام دیتے ہیں۔

۳۔ بیعت صحبت بعض مشائخ اسے بیعت محبت کا نام دیتے ہیں۔

۴۔ بیعت خلافت یا حقیقی ۵۔ بیعت تبرک

بیعت ارادت اور اس کے آداب

یہ ہے کہ مرید اپنے آپ کو مرشد کامل کے سپرد کر دے، بغیر اس کی مرضی کے کوئی کام نہ کرے، اس کے چلانے سے راہ سلوک چلے، مشائخ پر اعتراض کرنے اور تہمت لگانے سے رکے، کیوں کہ یہ مریدوں کے لیے زہر قاتل ہے، شیخ کے تصرفات باطنی پر اعتراض کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، مرید کو یقین رکھنا چاہیے کہ جس معاملے کا علم اسے صحیح طور سے نہیں ہے اس کا صحیح ثبوت شیخ کے پاس موجود ہے۔

شیخ، مرید کے لیے ایک ایسی تصویر کی طرح ہے جس کے پس پردہ مرید کو مطالبات الٰہیہ اور مقاصد نبویہ کا عکس نظر آتا ہے، اس لیے مرید کا یہ اعتقاد پختہ ہونا چاہیے کہ شیخ ایک ایسا دروازہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے آستانہ کرم کی طرف کھولتا ہے، شیخ کے ذریعے ہی اس کے تمام دینی اور دنیاوی کام انجام پاتے ہیں اور اسے یہ بھی یقین ہونا چاہیے کہ اس پر اللہ کا جو بھی فضل و کرم نازل ہوتا ہے وہ شیخ کی بدولت ہے۔

شیخ مرید کے بارے میں اللہ سے اسی طرح رجوع کرتا

ہے جس طرح کہ مرید خود شیخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

سوتے، جاگتے میں شیخ سے روحانی مکالمہ اور گفتگو کا دروازہ کھلا رہتا ہے، شیخ اپنے مرید کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے وہ اپنی نفسانی خواہش کے مطابق نہیں کرتا بلکہ مرید اس کے پاس اللہ کی امانت ہے، اس لیے شیخ اللہ کی مرضی کے مطابق مرید پر تصرفات کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی مشائخ کے قلوب پر ہمیشہ الہامات کرتا رہتا ہے۔

سچے مرید کو ہر وقت شیخ کی صحبت میں رہنا چاہیے، شیخ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جانا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالی امت کو ادب سکھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوْا مَعَهُ عَلٰى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔ (نور:٦٢)

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ایسے لوگ جب رسول کے ساتھ کسی کام میں شریک ہوں تو وہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لیں، لہٰذا جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں۔

شیخ مرید کے باطنی حالات کو سمجھتا ہے، اسے ان کی صلاحیتوں کا پورا علم ہوتا ہے اس لیے ان کے معاش اور آخرت کے بارے میں اس چیز کا حکم دیتا ہے جو ان کے حال کے موافق اور مطابق ہو۔

شیخ اپنی زبردست بصیرت سے مرید کی تربیت کرتا ہے، اسی لیے اسے بہت سے ایسے کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے مخالف ہو، اگرچہ شریعت کے موافق ہو، تاکہ اس کو شیطان کے نرغے سے نکالے اور اس کی نفسانی خواہشات کو کچل ڈالے۔

بیعت ارادت کا فائدہ

یہ ہے کہ جب کوئی مخلص مرید شیخ کامل کا اطاعت اور فرمان بردار ہو جائے اور اس کے ساتھ رہ کر اس کے آداب اختیار کر لے تو شیخ کی روحانیت مرید کے باطن میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے جس طرح ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن ہو جاتا ہے، شیخ کا کلام مرید کے باطن کو روحانیت سے بھر دیتا ہے، شیخ کی باتیں لطائف روحانی کا خزانہ ہے اور یہ روحانیت صحبت و سماع کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے لیے وقف کر دے اور اپنے ارادے کو چھوڑ کر قطعی طور پر فنا فی الشیخ ہو جائے، کیونکہ جب مرید اپنے اختیارات کو فنا کرتا ہے تو اس کے درجات بلند ہوتے ہیں اور وہ اللہ کی رضا کے قریب پہنچ جاتا ہے، اس وقت وہ اللہ کا کلام اس طرح سننے اور سمجھنے لگتا ہے جس طرح شیخ کے کلام کو سنتا اور سمجھتا ہے۔

بیعت تربیت: بعض مشائخ اسے بیعت صحبت کا نام بھی دیتے ہیں۔ شیخ اپنی حیات میں کسی مرید کو جو کسی عذر شرعی

کی بنیاد پر شیخ کی صحبت میں نہیں رہ سکتا ہو اور مرید جہاں رہتا ہو اس سے قریب کوئی درویش ہو، شیخ اپنے اس مرید کو اس درویش کی خدمت میں رہنے اور اس سے تربیت حاصل کرنے کی اجازت دے تو وہ مرید اس درویش کی صحبت میں رہے اور اس سے تربیت حاصل کرے۔

اس بیعت کی دوسری صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی زندگی میں کسی مرید کی ہمت کو بلند پرواز دیکھتا ہے تو وہ اس کو کسی دوسرے شیخ کے حوالے کر دیتا ہے جس کا حال اس سے اعلیٰ تر ہوتا ہے کہ یہ ضائع اور برباد نہ ہو۔

اس بیعت کی تیسری صورت یہ ہے کہ شیخ کی حیات میں اگر مرید کا سلوک طے نہیں ہو سکا ہے تو مرید اپنے شیخ کے کسی خلیفہ یا اپنے سلسلے کے کسی شیخ کی صحبت میں رہ کر اپنا سلوک طے کرے یا شیخ کی روحانی اجازت سے کسی بھی باحیات شیخ یا وفات پا چکے شیخ سے تربیت حاصل کرے ان تمام صورتوں میں تربیت حاصل کرنے کو بیعت تربیت کہتے ہیں۔

بیعت صحبت

یہ ہے کہ دو درویش جو ایک عرصے تک ساتھ ساتھ رہ چکے ہوں اور ایک دوسرے کی صحبت سے استفادہ کیا ہو، اور جدائی کے وقت ایک دوسرے کو خرقہ سے بھی نوازیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پیر ارادت کے بعد مرید کو جامہ یا خرقہ دے، بعض مشائخ اسے خرقہ محبت کا نام بھی دیتے ہیں۔

بیعت خلافت

شیخ سلسلہ اپنے لطف خاص سے کسی خاص مرید کو اپنے کسی خاص سلسلے یا اپنے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کرے، اسی لیے اسے خرقہ حقیقی بھی کہتے ہیں۔

بیعت تبرک

اس قسم کی بیعت سے محض نیکوں کی جماعت سے تبرک حاصل کرنا ہوتا ہے، اسی لیے بیعت کے تمام صحیح شرائط ملحوظ نہیں رکھے جاتے بلکہ اس قسم کی بیعت کے وقت صرف یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ شرعی حدود کی پابندی کی جائے اور کم سے کم سال کے کچھ دن شیخ کی صحبت میں گزاریں تاکہ ان کی برکت حاصل ہو۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ آج کل عام طور پر بیعت کی یہی قسمیں رائج ہیں۔

میرا خیال ہے کہ آج کل کی بیعتوں اور خلافتوں کو رسمی یا اسمی بیعت کا نام ہی دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ تصوف کی معتبر کتاب 'عوارف المعارف' میں ہے کہ بیعت تبرک میں بھی شرعی حدود کی پابندی ضروری ہے جس کا فقدان آج کل عام ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لیے ہوتی ہے وہ یہاں گفتگو کے قابل نہیں ہیں۔

اس لیے کہ میرے خیال میں آج کل کی اکثر بیعتیں مرید سے صرف مال حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہیں بلکہ زیادہ تر خلافتیں بھی اسی طرح بٹ رہی ہیں ایسے پیر و مرید سارے جہنمی ہیں۔(العیاذ باللہ)

☆☆☆

جہانگیر حسن

حضرت ابراہیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ورتبہ نہایت اعلیٰ اور بلند ہے۔آپ کا اصل نام 'ابراہیم' ہے، چونکہ آپ بڑے مہمان نواز تھے، اس لیے'ابوالضیفان' کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ والدمحترم کا نام 'تارخ بن ناخور' ہے۔ حالانکہ کچھ لوگوں نے 'آزر' کو جواُن کا چچا تھا، والدگمان کیا ہے، یہ درست نہیں۔

علامہ محمود احمد آلوسی لکھتے ہیں:

علمائے اہل سنت کی ایک بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ 'آزر' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا تھا، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباواجداد میں کوئی بھی کافر نہیں، جیسا کہ فرمان رسالت ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشت سے پاک پشت میں منتقل ہوتا رہا۔(ت)

اور چونکہ 'آزر' ایک بت گر ہونے کے ساتھ بت پرست بھی تھا اس لیے ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ کسی نبی یا پیغمبر کا والد ہو۔

اب رہا یہ سوال کہ 'آزر' اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں، بلکہ چچا ہے تو قرآن مقدس میں 'آزر' کے لیے لفظ 'اب' کا استعمال کیوں ہوا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں 'آزر' کے لیے لفظ 'اب' کا استعمال ہوا ہے، اس کا معنی والد نہیں بلکہ چچا ہے، کیونکہ لفظ 'اب' عربی میں دادا، چچا اور باپ سب کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت کلام پاک کی اس آیت سے بھی ملتا ہے:

اِذْقَالَ لِبَنِیْہِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ، قَالُوْا نَعْبُدُاِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھاًوَّاحِداً۔ (بقرہ، ۱۳۳)

ترجمہ: جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ ان کے بیٹوں نے کہا کہ ہم تمہارے معبود اور تمہارے آباواجداد کے معبود کی تنہا عبادت کریں گے۔

اس آیت میں لفظ 'اب' کی جمع 'آبا' کا استعمال ہوا ہے جس کا معنی باپ، چچا اور دادا مراد لیا گیا ہے۔

ولادت باسعادت

تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش 'بابل' قصبہ 'کونی' میں طوفان نوح کے ۱۷۰۹ رسال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لگ بھگ ۲۳۰۰ر سال پہلے ہوئی۔

بعض روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش 'اَمواز' کے علاقے 'سوس' میں ہوئی۔

تفسیر حقانی میں درج نسبی سلسلے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

پرورش وپرداخت

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں چاروں طرف کفر ہی کفر اور شرک ہی شرک کا بازار گرم تھا، بلکہ آپ خود جس چچا 'آزر' کے زیر پرورش پلے بڑھے اور جوان ہوئے وہ بھی ایک نمبر کا بت

تراش اور بتوں کا پجاری تھا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستی اور بت گری جیسے شرکیہ افعال میں ملوث رہے، بلکہ وہ اپنے چچا 'آزر' کی بت پرستی اور بت گری سے سخت ناراض اور نالاں تھے اور اس کو ہمیشہ بتوں کی عبادت سے منع بھی کرتے تھے۔

دعوت وتبلیغ

جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا 'آزر' اور پوری قوم کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دینا شروع کیا اور وہ بت جسے آپ کا چچا اور آپ کی قوم پوج رہی تھی، اس سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذْقَالَ لِاَبِیْهِ یَاأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَایَسْمَعُ وَلَایُبْصِرُ وَلَایُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئاً یَا أَبَتِ اِنِّی قَدْجَاءَنِی مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ یَأْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْ اَهْدِکَ صِرَاطاً سَوِیًّا، یَا أَبَتِ لَاتَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ، اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔ (مریم:۴۲-۴۴)

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم نے اپنے چچا آزر سے کہا کہ اے میرے چچا! تم کیوں ایسے کو پوجتے ہو جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آتا ہے۔ اے میرے چچا! بے شک میرے پاس وہ حکم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، چنانچہ میری بات مان لے تاکہ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔

اے میرے چچا! شیطان کی عبادت نہ کرو، کیونکہ بیشک شیطان اللہ تعالیٰ کا سخت نافرمان ہے۔

اور اس طرح نہایت ہمدردانہ اور پیار بھرے لہجے میں باطل کے مقابلے حق کو ترجیح دی اور بتوں کو اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے، ان سے اپنی بے زاری کا اظہار کیا، ارشاد باری ہے:

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّی اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنَ، وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ، وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ، وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ۔ (شعرا:۷۷-۸۱)

ترجمہ: بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں سوا اللہ تعالیٰ کے، جس نے مجھے پیدا کیا، چنانچہ وہی مجھے ہدایت دے گا، وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے مارتا اور جلاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ ایک ایسی قوم میں بھیجے گئے تھے کہ اس میں کچھ بت پرست تھے تو کچھ آتش پرست، اس لیے آپ نے ان تمام طرح کے لوگوں کو حق کی دعوت دی اور گمراہی سے دوری اختیار کرنے کی تعلیم دی۔

بت شکنی اور سزا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ صرف بت پرستی سے نفرت تھی بلکہ بت گری کو بھی آپ سخت ناپسند فرماتے تھے۔

ایک روز آپ کی قوم کے تمام افراد جب اپنے قومی میلے میں چلے گئے تو آپ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بت خانے پہنچ گئے، دیکھا کہ وہاں پر موجود بتوں کے سامنے کھانے کے کچھ سامان رکھے ہوئے ہیں، آپ بتوں کے قریب گئے اور اُن سے کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟

جب بتوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھیں کیا ہوا ہے، تم بولتے کیوں نہیں؟

بھلا مٹی کے بت کیا بولتے اور کیا کھاتے، کیوں کہ ان میں کھانے اور بولنے کی طاقت ہی کہاں تھی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں میں سے کسی کی ناک توڑ دی تو کسی کا کان،

کسی کا ہاتھ توڑ دیا تو کسی کا پیر، غرضیکہ تمام بتوں کو کسی نہ کسی طور سے عیب دار بنا دیا اور آخر میں کلہاڑی سب سے بڑے بت کے کاندھے پر رکھ دیا۔ (تبیان القرآن)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ۔ (انبیا:۵۸)

ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ایک بڑے بت کے سوا، تاکہ لوگ اس بت سے کچھ پوچھیں۔

جب آپ کی قوم اپنے سالانہ میلے سے واپس ہوئی تو اپنے بتوں کو چور چور دیکھ کر کہا:

مَن فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ۔ (انبیا:۵۹)

کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ بے شک وہ ظالم ہے۔

ان میں کسی ایک نے کہا کہ ہم نے ایک جوان ابراہیم کو انھیں برا بھلا کہتے سنا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم کو اُن لوگوں کے سامنے گواہی کے لیے پیش کیا گیا: قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ۔ (انبیا:۶۲-۶۰)

لوگوں نے کہا کہ اے ابراہیم! کیا یہ سلوک تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ کیا ہے؟

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: بلکہ اس کو اس کے بڑے نے کیا ہوگا، اگر بول سکتے ہیں تو اُن سے پوچھ لو، یہ سن کر ان لوگوں نے اپنے دل میں کہا: بے شک تم ہی لوگ ظالم ہو، اس سچائی کو جاننے کے باوجود کہ یہ بولتے نہیں اپنے کفر پر ڈٹے رہے، چنانچہ حضرت ابراہیم نے کہا:

أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۔ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (انبیا:۶۷-۶۶)

تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمھیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے، افسوس ہے تم پر اور اِن بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو! کیا تمھیں اس کی سمجھ نہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس حکیمانہ جواب پر وہ لوگ تلملا اٹھے اور جب اُن کی ایک نہ چلی تو انتقام لینے کی غرض سے آپ کو سخت سزا دینے کا ارادہ کر لیا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ۔ (صافات:۹۷)

وہ لوگ کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اُسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالدو۔

ایک دوسری آیت میں ہے: قَالُوْا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوْا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنتُمْ فَاعِلِينَ۔ (انبیا:۶۸)

ان لوگوں نے کہا اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تمھیں کرنا ہے۔

چنانچہ ان لوگوں نے مل کر مسلسل چالیس دنوں تک لکڑیاں اکٹھا کیں اور ان میں آگ لگادی، جس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے، یعنی آگ اتنی تیز بھڑک اٹھی کہ اس کے اوپر سے اڑتی ہوئی چڑیاں بھی جل جایا کرتی تھیں۔

آخر کار شیطان کے مشورے اور مدد سے ایک منجنیق بنایا گیا اور پھر اس کے ذریعے ظالموں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا اس وقت اُن کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ

الْمُلْکُ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

اے اللہ! تیرے سوا کوئی اللہ نہیں، تیری ذات پاک ہے، تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور سب چیزوں کا مالک تو ہی ہے، تیرا ہمسر کوئی نہیں۔

حضرت ابراہیم اور توکل علی اللّٰہ

یہ دیکھ کر تمام مخلوقات حیران و پریشان کہ اب کیا ہوگا، جب فرشتوں نے یہ ماجرا دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر بارگاہ براہیمی میں پہنچے اور مدد کرنے کی آرزو ظاہر کی۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل علی اللہ کا نمونہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے میرا اللہ کافی ہے اور وہ سب سے اچھا کارساز ہے۔

جبریل علیہ السلام بھی آئے اور مدد کی درخواست کی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قبول نہ کیا، جبریل نے کہا تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کیجئے، آپ نے جواب دیا:

اللہ تعالیٰ میرے ہر حال کو جانتا ہے اور وہ بغیر سوال کے مدد کرنے والا ہے۔ (تبیان القرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد نہ لی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آگ سے بچنے کے لیے دعا کی تو محض اسی لیے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے۔

چنانچہ آگ کو سلامتی والی بنا دیا گیا، ارشاد باری ہے۔

یَانَارُ کُوْنِی بَرْدًاوَّ سَلامًاعَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ (انبیا:۶۹)

اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔

ازدواجی زندگی

اور ایک وقت وہ بھی آیا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو ہجرت کا حکم دیا چنانچہ ہجرت کر کے آپ اپنے چچا 'ہاران' کے پاس بمقام 'حران' پہنچے۔ چچا 'ہاران' نے جب آپ کے نیک عادات واطوار کو دیکھا تو کافی مرعوب ہوا، اور اپنی بیٹی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔

لیکن جب آپ کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کو دیکھا تو وہ بھی بدک گیا اور گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت ابراہیم وہاں سے مصر کی جانب نکلے جہاں ایک ظالم بادشاہ کا واقعہ پیش آیا جس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر بری نگاہ ڈالی اور عذاب الٰہی کا شکار ہوا، اور اُن کی کرامت وشرافت دیکھتے ہوئے واپسی پر خدمت کے لیے حضرت ہاجرہ کو ساتھ کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد سارہ رضی اللہ عنہا کے مشورے پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم نے نکاح کر لیا، جن کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر اُن کی ولادت کے کچھ برسوں بعد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت اسمٰعیل ابھی بچہ ہی تھے کہ بہ اِذنِ الٰہی انھیں اور حضرت ہاجرہ کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑنا پڑا، پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام شعور کی منزل میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے اُن کی قربانی طلب کر لی۔

لیکن آفریں صد آفریں! حضرت ابراہیم کی ہمت اور ایمانی استقلال پر کہ ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی اور ہر دلعزیز بیٹے کی قربانی پیش کر کے خلیل اللہ ہونے حق ادا کر دیا۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی وکامرانی حاصل کرتے ہوئے اپنے مالک ومولیٰ سے جاملے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

☆☆☆

مولانا اشتیاق عالم مصباحی

حج وہی جو گناہوں سے پاک کردے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔ (بقرہ:۱۵۸)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانۂ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور جس شخص نے اپنی خوشی سے ایسا کیا تو اللہ قدردان اور بہتر جاننے والا ہے۔

اس آیت میں پانچ چیزوں کا بیان ہے:

۱۔صفا ۲۔مروہ ۳۔شعائراللہ ۴۔حج ۵۔عمرہ

''صفا'' کا لغوی معنی ہے چکنا پتھر اور ''مروہ'' کا معنی ہے سفید پتھر۔

صفا اور مروہ دراصل کعبہ مقدسہ کے سامنے دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے پانی کی تلاش میں سات مرتبہ دوڑ لگائی تھی اور انھوں نے بے آب وگیاہ میدان میں پانی کے لیے دعا کی تھی جسے اللہ رب العزت نے قبول فرمایا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اُسے قیامت تک دین کی علامت، نشانی اور یادگار کے طور پر قیامت تک تمام مسلمانوں کے لیے محفوظ فرمادیا۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ''صفا'' کو صفا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام بیٹھے تھے اور ''مروہ'' کو مروہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس پر آپ کی شریک حیات (حضرت حوا) بیٹھی تھیں۔

شعائر اللّٰہ: اس سے مراد دین کی علامتیں ہیں خواہ وہ علامات مکانیہ ہوں جیسے: خانہ کعبہ، عرفات ومزدلفہ، صفا و مروہ، اور مساجد وغیرہ یا علامات زمانیہ ہوں، جیسے رمضان، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، جمعہ وغیرہ یا دوسرے علامات دینیہ ہوں مثلا: اذان، نماز باجماعت، ختنہ وغیرہ۔

حج: حج کا معنی قصد وارادہ ہے اور شریعت میں احکام حج مثلا طواف، سعی، وقوف عرفہ وغیرہ ادا کرنے کے لیے خانہ کعبہ کا ارادہ کرنے کا نام حج ہے۔

عمرہ: عمرہ کا معنی زیارت ہے اور اصطلاح شرع میں مقرر کیے ہوئے احکام ادا کرنے کے لیے خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کا نام عمرہ ہے۔

شان نزول: زمانہ جاہلیت میں صفا ومروہ پر دو بت نصب تھے ایک کا نام 'اساف' اور دوسرے کا نام 'نائلہ' تھا۔ کافر جب اُن پہاڑوں کے درمیان سعی کرتے تو یہ بتوں کی تعظیم کے لیے کیا کرتے تھے، چنانچہ مومنین، کافروں کی اس

مشابہت کے ڈر سے صفا و مروہ کا طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس وہم اور غلط خیال کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

''صفا و مروہ کے طواف میں کوئی گناہ نہیں ہے، کیوں کہ مشرکین بتوں کے لیے طواف کیا کرتے تھے اور مومنین محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں۔''

صاحب تفسیر عرائس البیان اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''جو شخص صفا و مروہ پر چڑھے تو اُسے چاہیے کہ وہ اللہ کی قدرت کے جلوے دیکھ کر مشاہدۂ الٰہی میں ڈوب جائے اور اپنی نگاہ کو نفسانی کدورتوں (گناہوں) سے پاک کر کے اللہ کے رنگ میں رنگ جائے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''صفا'' اللہ سے ملاقات کا مقام ہے جو شخص ''صفا'' جا کر اللہ سے ملاقات نہ کرے تو یقیناً وہ ایام حج ضائع کرنے والا اور حج میں اپنی سعی (صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا) بے کار کرنے والا ہے۔

حج کا مقصد: جب کوئی حج کے ارادے سے گھر سے نکلے تو اُسے چاہیے کہ سچے دل سے توبہ کرے، اگر اللہ کے بندوں پر کبھی ظلم و زیادتی کی ہو تو اُن سے معافی مانگے اور کسی سے قرض لیا ہو تو اُس کا قرض ادا کرے، پھر دنیا سے قطع تعلق کرے، صرف اور صرف رضائے مولیٰ کے لیے انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ حج کے لیے جائے اور یاد رکھے کہ وہ بادشاہوں کے بادشاہ حاکموں کا حاکم کے گھر جا رہا ہے جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور بس اسی بادشاہ کا ہو کر رہ جائے۔

کس قدر شرمندگی کی بات ہوگی کہ گناہوں سے آلودہ ہو کر اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے نکلا جائے۔ لیکن بہت سے افراد ایسے بھی دیکھنے کو ملے ہیں جو حج پہ حج کیے جا رہے ہیں اور اُن کی حالت میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آتی، وہ دنیا میں اس قدر مست نظر آتے ہیں کہ دنیا کے لیے دین کے احکام بھی فراموش کر جاتے ہیں، عوام انھیں امانت دار اور دیانتدار سمجھتی ہے اور یہ خیانت، غیبت اور ظلم جیسی برائیوں سے باز نہیں آتے۔

دراصل ایسے لوگوں کا مقصد شہرت اور عزت طلب کرنا ہوتا ہے یہ نام کے حاجی ہوا کرتے ہیں، حقیقت میں حاجی کہے جانے کے مستحق نہیں ہیں۔ کیونکہ حاجی تو وہ ہے جس کے دل میں سفر حج شروع کرنے سے پہلے اس قدر اللہ کا خوف ہو کہ اللہ کے گھر کا تصور آتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہوں اور دوران حج اپنے ہر عمل میں غور و فکر کرتا ہو کہ میرا یہ عمل مقبول ہوا یا نہیں، پھر جب اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹیں تو وہی اللہ کا خوف اور ڈر قائم رہے۔ ایسے ہی لوگوں کو جنت کی بشارت اور گناہوں سے آزادی کا پیغام دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ۔ (بخاری و مسلم، کتاب الحج)

ترجمہ: جس شخص نے کعبہ مقدسہ کا حج کیا اور فسق وفجور سے پاک رہا تو اس بچے کی طرح ہے جس کی ماں نے اُسے ابھی جنم دیا ہے۔

اس تعلق سے ہمیں اپنے شیخ سیدی سرکار ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی ادام اللہ ظلہ علینا کی ایک مجلس یاد آتی ہے، جس میں آپ نے علامہ روزبہان بقلی کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

دنیاوی دستور کے مطابق جب کوئی کسی کے گھر جاتا ہے تو اس کا مقصد گھر کی زیارت نہیں ہوتی، بلکہ اہل خانہ سے ملاقات ہوا کرتی ہے، اگر اہل خانہ سے ملاقات نہیں ہوتی تو وہ ملاقات کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح جب لوگ حج بیت اللہ کے لیے جائیں تو انھیں بھی چاہیے کہ اُن کا مقصود صرف اللہ ہو، نہ کہ محض بیت اللہ (خانہ کعبہ)، انھیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اللہ کی تجلی میں گم ہو جائیں۔

لیکن بدقسمتی سے کچھ احباب ایسے بھی ہیں جو گھر بار چھوڑ کر، مال خرچ کر کے اور جسمانی قوتوں کو صرف کر کے بیت اللہ کے لیے روانہ ہوتے ہیں لیکن وہاں پہنچ کر اللہ کے ذکر وفکر کی بجائے خانہ کعبہ کی بناوٹ، اس کی سجاوٹ، لوگوں کا ہجوم اور وہاں کی زیب وزینت میں مست رہتے ہیں۔

مزید آپ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ انسان کی صفات سات ہیں:

علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، کلام اور ارادہ اس لیے ہر ایک چکر میں مومنین کو چاہیے کہ اپنی ہر ایک صفت کو فنا کر دیں اور اس طرح ہو جائے کہ:

سعیدؔ اللہ ہے اب میں کہاں ہوں
میرا نام و نشاں وہم و گماں ہے

یعنی ہاتھ اس کا ہو اور قدرت خدا کی، کان اس کا ہو اور سننا خدا کا ہو، آنکھ اس کی ہو اور دیکھنا اللہ کا ہو۔

اللہ! ہم سب کو نور ہدایت عطا فرمائے اور جس طرح حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بے آب وگیاہ میدان میں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر کے پانی ختم ہونے پر اللہ کو پکارا تھا، اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے والوں کو چاہیے کہ اللہ سے اپنے قلب کی ہدایت، حال کی اصلاح اور گناہوں کی بخشش چاہیں اور اس قدر اللہ کی پناہ مانگیں کہ اللہ رب العزت اس کی تمام کوتاہیوں اور عیبوں کو ختم کر کے صراط مستقیم کی ہدایت دے اور آخر دم تک اُسے دین مستقیم پر قائم رکھے۔

☆☆☆

اگر آپ چاہتے ہیں؟

۱۔ دین ودنیا میں کامیابی ملے۔
۲۔ ذہنی وجسمانی پریشانی سے بچیں۔
۳۔ عذاب قبر سے محفوظ رہیں۔
فوراً توبہ کیجیے اور
سچوں کی صحبت اختیار کیجیے۔

سید قمر الاسلام

ارکانِ حج کا فلسفہ

حج ایک اعلی درجے کی عبادت ہے، یہ جس مسلمان کو نصیب ہوجائے اس کے لیے بہت بڑی سعادت اور نیک بختی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چند خاص دنوں میں طوافِ کعبہ اور عرفات میں ٹھہرنا حج کہلاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔
(صحیح مسلم، الحج)

ترجمہ: اور مقبول حج کا بدلہ جنت ہی ہے۔

جب اللہ سے بندگی کا رشتہ کمزور پڑ جائے تو اس میں استحکام و پختگی پیدا کرنے کا سب سے انوکھا اور نرالا طریقہ حج ہے، یعنی یہ کہ بندہ اپنے گھر سے الگ ہوجائے اور اللہ کے گھر پہنچے، اپنی دنیا کو چھوڑ دے اور ایک ایسی دنیا میں حاضر ہو جہاں ہر دم اللہ کی رحمت برستی ہے، جو سارے جہان کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے اور جہاں داخل ہونے والوں کے لیے امن و امان کا مژدہ ہے۔

حج کے ذریعے دل پاک ہوتا ہے اس کی گندگی دور ہوتی ہے، انسان کے اندر دنیا سے بیزاری اور محبت الٰہی میں سرشاری کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اور تقوی و دیانت، شوق و رغبت، امن و مساوات، اخلاص و للّٰہیت اور دوسروں سے خیرخواہی کے جذبات ابھرتے ہیں۔اپنے گناہوں کا احساس اور ذمے داری کا شعور بیدار ہوتا ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ سفرِ حج میں پیسہ خرچ کرنے اور سفر کی مصیبتوں کو برداشت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے لیے جینے کا حوصلہ ملتا ہے۔لیکن حج کے یہ سارے فائدے اسی وقت حاصل ہوں گے، جب حج کو حج کی طرح ادا کیا جائے اور اس کے ظاہری و باطنی آداب و ارکان کی مکمل رعایت کی جائے۔

احرام: احرام کفن کی مانند ہے، یہ ایک ایسا کپڑا ہوتا ہے جو سلا ہوا نہیں ہوتا۔جس طرح حاجی عام کپڑوں سے الگ تھلگ کپڑے میں اللہ کے گھر میں حاضری دیتا ہے اسی طرح موت کے بعد بھی اللہ سے یوں ہی ملاقات کرے گا کہ اس کا لباس دنیا کے عام لباسوں سے مختلف اور بغیر سلا ہوا ہوگا۔

تلبیہ: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ یعنی یہ کہنا کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں۔یہ درحقیقت اللہ کی پکار کا جواب ہے، جب یہ الفاظ زبان سے ادا ہوں تو دل میں یہ احساس ہونا چاہیے کہ وہ صدائے الٰہی پر لبیک کہہ رہا ہے، چنانچہ قبولیت کی امید بھی رکھے اور دل میں خوف بھی کہ کہیں اللہ کی بارگاہ سے یہ جواب نہ آجائے کہ تمہاری حاضری (حج) قبول نہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب حج کے لیے احرام پہن کر سواری پر بیٹھے تو اُن کا رنگ پیلا پڑ گیا اور پورا بدن لرزنے لگا، یہاں تک کہ لبیک بھی نہ کہہ سکے۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ لبیک کیوں نہیں کہتے؟

فرمایا: مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ جواب نہ آ جائے کہ تیری حاضری قبول نہیں، پھر جب آپ نے لبیک کہا تو بے ہوش کر سواری سے گر پڑے۔

کعبہ مقدسہ کی حاضری

جب کعبہ مقدسہ پر نگاہ پڑے تو یہ یقین ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے باعظمت گھر کو دیکھنے کی سعادت بخشی ہے اسی طرح وہ اپنے دیدار کا شرف بھی عطا فرمائے گا اور قیامت کا وہ منظر بھی سامنے رکھے کہ جب تمام لوگ جنت کی امید لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے، پھر اُن میں سے بعض کو جنت ملے گی اور باقی نامراد واپس ہوں گے۔ اسی طرح حج بھی ہے کہ کچھ لوگوں کا قبول ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کا نہیں۔

جس طرح کوئی خطا کار اُس شخص کے کپڑوں سے لپٹ لپٹ کر معافی مانگتا ہے جس کا وہ مجرم ہے، اُس کے سامنے سے اُس وقت تک نہیں ہٹتا جب تک اُسے معافی کا یقین نہیں ہو جاتا اسی طرح ہر حاجی کو چاہیے کہ وہ کعبہ مقدسہ کے غلاف کو پکڑ کر اپنے گناہوں پر آنسو بہائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ہر جرم کی معافی طلب کرے۔

طواف کعبہ مقدسہ

طواف کعبہ کے وقت حاجی یہ سوچ کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ میں اُن فرشتوں کی نقل کر رہا ہوں جو ہر دم عرش الٰہی کا طواف کرنے میں مصروف اور مشغول ہیں۔ حالت طواف میں دل حاضر رکھے اور ذکر کرتا رہے، یہ طواف کا ظاہر ہے، حقیقی طواف بارگاہ الٰہی میں دل کا طواف ہے۔

حجر اسود کا چومنا

حجر اسود چومتے وقت یہ تصور کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بندگی کی بیعت ہے جو اُس کے ہر حکم پر عمل کرنے اور منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانے کا وعدہ ہے۔ اس لیے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے توبہ کرے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کرے، پھر اپنے وعدے سے منھ نہ پھیرے، کیونکہ وعدے سے مکر جانا ایک مومن کی شان نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ یَاقُوْتَۃٌ مِّنْ یَوَاقِیْتِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَہٗ عَیْنَانِ وَلِسَانٌ یَنْطِقُ بِہٖ وَیَشْھَدُ لِکُلِّ مَنِ اسْتَلَمَہٗ بِحَقٍّ وَّ صِدْقٍ۔ (احیاء العلوم)

ترجمہ: حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ قیامت کے دن اُسے دو آنکھوں اور زبان کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس سے وہ باتیں کرے گا اور ہر اُس شخص کے لیے گواہی دے گا جس نے حق وصداقت کے ساتھ اُسے چوما۔

صفا و مروہ کی سعی

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص بے قراری کے عالم میں بادشاہ کی بارگاہ میں اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا ہے اور اُسے یہ امید ہوتی ہے کہ اس کے حال زار پر ضرور رحمت کی نظر ہوگی، یا اس شخص کی طرح جو شاہی دربار کا بے تابی کے ساتھ چکر لگاتا رہتا ہے اور اُسے یہ معلوم نہیں

ہوتا کہ اس کے حق میں کیا فیصلہ ہونے والا ہے، چنانچہ وہ بار با رکبھی دربار کے اندر جاتا ہے اور کبھی باہر، اگر پہلی بار ناکام ہوتا ہے تو یہ امید رکھتا ہے کہ پہلی مرتبہ نہ سہی دوسری بار تو ضرور اس کا نصیبہ جاگے گا، اسی طرح حاجی بھی اللہ کی طلب اور اپنی خطاؤں پر شرمساری کا اظہار کرتے ہوئے صفا اور مروہ کا چکر لگائے اور یہ امید رکھے کہ شاید اُس کا بھی مقدر سنور جائے، اگر ناکامی ہاتھ لگے تو مایوس نہ ہو بلکہ بار بار کوشش کرے ان شاء اللہ کامیابی ضرور ملے گی۔

عرفات میں ٹھہرنا

عرفات بڑی شان وعظمت والی جگہ ہے، اس تعلق سے ارشاد نبوی ہے: اِنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبًا لَا یُکَفِّرُھَا اِلاَّ الْوَقُوْفُ بِعَرَفَۃَ۔ (احیاء العلوم)

یعنی کچھ گناہ ایسے ہیں جو صرف عرفات میں ٹھہرنے سے مٹتے ہیں۔

الگ الگ رنگ ونسل اور مختلف ملک وزبان سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے امام ورہنما کے ساتھ جب مقام عرفات پہنچے تو قیامت کا وہ لمحہ سامنے رکھے کہ ہر قوم اپنے پیشوا اور ہر امت اپنے نبی کی امامت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگی۔

شیطان کو کنکری مارنا

کنکری مارنا حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی پیروی اور سنت ہے۔ اس مقام پر شیطان جب اُن کے سامنے آیا اور انھیں رب کی نافرمانی پر اکسانا چاہا تو آپ دونوں نے اس کے حربے کو ناکام بنانے کے لیے اسے پتھر مارا تھا۔

دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کے سامنے واقعی شیطان تھا، اسی لیے انھوں نے اُسے پتھر مارا تھا لیکن میرے سامنے شیطان نہیں ہے تو یہ خیال بھی شیطانی وسوسہ ہے، کیونکہ اس نے یہ خیال اس لیے پیدا کیا تاکہ تمہارا عمل ضائع ہو جائے۔ اس لیے یہ خیال دل سے نکال کر اُسے کنکری مارو تاکہ وہ ذلیل ورسوا ہو، اور یاد رہے کہ بندگی میں عقل کا دخل نہیں۔

قربانی کرنا

نحر یعنی اللہ کی رضا کے لیے جانور کو ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے جس کی ادائیگی کے بغیر حج نامکمل ہے۔ پس اس امید کے ساتھ قربانی کرے کہ اللہ جانور کے ہر جزو کے بدلے اُسے ثواب عطا کرے گا اور جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ ویسے جانور کی قربانی تو ایک مثال ہے، اصل چیز اللہ کی راہ میں اپنی اَنا اور بیہودہ خواہشات کو قربان کر دینا ہے۔

زیارت مدینہ منورہ

مدینہ جانا اگرچہ واجب نہیں لیکن اس سچائی کو کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے کہ روضۂ رسول پر جانا صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے کاملین کا پسندیدہ عمل رہا ہے، بلکہ وہاں جانا عین سعادت مندی ہے اور نہ جانا سخت محرومی۔

بعض منکرین سفر زیارت کی ممانعت پر ''شدالرحال'' والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے علاوہ سفر زیارت سے منع فرمایا ہے اس لیے ان تینوں مقامات کے سوا دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔ یہ سراسر غلط اور کج فہمی پر مبنی ہے جیسا کہ سیدی و مرشدی خواجہ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی ادام ظلہ علینا فرماتے ہیں:

حدیث ''شدالرحال'' میں تین مساجد مقدسہ کے لیے سفر کی اجازت ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ پوری کائنات میں یہ تینوں مساجد اپنی فضیلت وعظمت کے اعتبار سے ممتاز ترین ہیں۔ دنیا کی بڑی سے بڑی اور عالیشان سے عالیشان مسجدیں ، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کی برابری نہیں کرسکتیں، اس لیے ان مساجد میں نماز ادا کرنے اور زیارت کی غرض سے سفر کرنا نہ صرف فضیلت وعظمت کا باعث ہے، بلکہ انعام الٰہی کا بڑا ذریعہ بھی ہے جبکہ دنیا کی تمام مسجدیں آپس میں فضل وشرف کے اعتبار سے برابر ہیں، خواہ موتیوں سے بنی مسجدیں ہوں یا ہیرے جواہرات سے سجا سجایا یا پھر گھاس پھوس کی مسجدیں ہوں، اللہ کے نزدیک سب کا درجہ ایک سا ہے۔

اب اگر کوئی دنیا کی دیگر بڑی مساجد میں جائے اس غرض سے کہ وہاں نماز ادا کرے گا تو زیادہ ثواب ملے گا اور اپنے گاؤں کی مسجد کو اہمیت نہ دے یا گاؤں والی مسجد میں نماز ادا کرنے کو کم ثواب کا سبب جانے، اسی طرح کے سفر کی ممانعت ''شدالرحال'' والی حدیث میں کی گئی نہ کہ قبور کی زیارت سے روکا گیا ہے۔

چنانچہ جب وہاں حاضری ہو تو قدم قدم پر احترام کا خیال رکھے، نہایت اطمینان وسکون اور ادب و احترام کے ساتھ وہاں شب و روز گذارے، اپنی آواز بلند نہ کرے اور اللہ کا شکر بجا لائے کہ اس نے روضۂ رسول پر حاضری کا موقع عنایت فرمایا اور یہ خوف بھی رکھے کہ کہیں ہماری بدعملی اور احکام شریعت سے روگردانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پہ ناگوار نہ گزرے، ورنہ عتاب الٰہی کے شکار ہوں گے۔

حج کے بعد عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ پہلے کی طرح غفلت اور گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ایسا کرنا حج نہ کرنے کے برابر ہے، کیونکہ اس طرح کا حج اللہ کے یہاں مقبول نہیں، بلکہ مقبول حج تو وہ ہے جو انسان کی زندگی میں اسلامی انقلاب پیدا کردے اور اس کی پسند وناپسند کو اللہ کی رضا کے تابع دے۔ مختصر یہ کہ حج اللہ کا بہت بڑا انعام ہے جس کے ذریعے رضائے الٰہی سے قریب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دور۔

اللہ ہم سب کو حج مقبول کی سعادت بخشے۔ (آمین)

☆☆☆

ہم کیسے مسلمان ہیں؟

جس طرح قربانی انبیا ومرسلین کی سنت اور یادگار ہے اسی طرح خواہشات نفسانی سے بچنا اور اللہ کی رضا چاہنا انبیا ومرسلین کی سنت اور پسندیدہ عمل ہے۔

پھر ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ایک سنت پر عمل کرتے ہیں اور دوسری سنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔

شاہد رضا ازہری

ماہ ذی الحجہ اور قربانی کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَالِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ (توبہ:۳۶)

ترجمہ: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ ماہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی درست دین ہے۔

ماہ ذی الحجہ حرمت والے مہینوں میں فضل وشرف اور بزرگی والا مہینہ ہے، اس کی پہلی تاریخ سے لے کر دسویں ذی الحجہ تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص انعام واحسان کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِنَّ الْعَمَلُ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ، قِيلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلاَ الْجِهَادُ، قَالَ: وَلاَ الْجِهَادُ إِلاَّ رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَئٍ۔ (معجم کبیر، ابن عباس)

ترجمہ: کسی دن کا عمل ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ! کیا جہاد بھی نہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! جہاد بھی نہیں لیکن جب کہ کوئی شخص اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلے اور ان میں سے کچھ بھی لے کر واپس نہ لوٹے۔

ہر بندے کو چاہیے کہ ان دنوں اللہ کی عبادت اور ذکر میں مشغول رہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (سنن ترمذی، ایام عشر)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب دن جس میں اس کی عبادت کی جائے ذی الحجہ کے دس دن ہیں کہ اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ہر رات کا قیام (نماز) شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔

اس لیے جس قدر ہو سکے بندہ ان دنوں اللہ کی بارگاہ میں خود کو پیش پیش رکھے اور ہمیشہ اس کی رضا کا طالب رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یوم عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں اس دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے۔

یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قربانی جیسی عظیم نعمت سے ہم بندوں کو سرفراز فرمایا ہے تاکہ ہم اس

کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں۔

قربانی کا معنی اور فضیلت

قربانی، عربی لفظ قرب سے بنا ہے جس کا معنی ہے قریب ہونا گویا قربانی اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا حقیقی قرب چاہتے ہیں وہ سچے دل سے قربانی پیش کرتے ہیں جیسا کہ انبیا و مرسلین کی جانب سے پیش کی گئی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ (حج:۳۴)

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک طریقہ مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دے رکھے ہیں۔

معلوم ہوا کہ قربانی امت محمدیہ سے پہلے بھی دوسری امتوں نے پیش کی تھی، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ ہماری اور ان کی قربانی میں واضح فرق ہے۔ پہلے قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی حالت کا علم ہو جاتا تھا کہ مقبول قربانی کو آگ نگل جاتی تھی اور مردود قربانی کو چھوڑ دیتی تھی۔

قربانی کو اللہ تعالیٰ کی نشانی بتاتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (حج:۳۶)

ترجمہ: اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ ان میں تمھیں نفع ہے پس انھیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب ان کے پہلوز مین سے لگ جائیں اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین، سوال سے رکنے والوں اور کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے چوپایوں کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے کہ تم شکر گزار رہو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کا گوشت اکیلے نہ کھائے اور نہ برباد کرے بلکہ دوسروں کو بھی کھلائے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے قربانی کی توفیق بخشی۔

قربانی کے بارے میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ؟ قَالَ: سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: قُلْنَا، فَمَالَنَا فِيْهَا؟

قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ، قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَالصُّوْفُ، قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ۔

(مسند احمد، زید ابن ارقم)

ترجمہ: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ہے۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ پھر عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! اور بھیڑ کے بال کے بدلے؟

آپ نے فرمایا: اور بھیڑ کے ہر بال کے برابر بھی نیکی ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَاعَمَلُ ابْنِ آدَمَ یَوْمَ النَّحْرِ عَمَلاً اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ھَرَاقَۃِدَمٍ،وَاِنَّہٗ لَیَاتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِبِقُرُوْنِھاوَاَظْلافِھَا وَاَشْعَارِھَا،وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ عَلَی الْاَرْضِ،فَطِیْبُوْابِھَانَفْسًا۔ (سنن ابن ماجہ،اضحیہ)

ترجمہ: قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو انسان کا کوئی عمل خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسند نہیں اور وہ چوپایہ قیامت کے دن اپنی سینگ، بال اور کھُر کے ساتھ آئے گا اور خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جاتا ہے تو قربانی سچے دل سے کیا کرو۔

اگر انسان سچے دل سے اور ثواب کی نیت سے قربانی کرے تو وہ اس کے اور جہنم کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جس نے ثواب کی نیت سے قربانی کی تو وہ قربانی اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائے گی۔ (طبرانی)

مزید فرماتے ہیں کہ:

جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ محبوب نہیں۔ (طبرانی)

قربانی نہ کرنے والوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ سے قریب نہ آئے۔ (ابن ماجہ)

اب اگر قدرت کے باجود کوئی قربانی نہیں کرتا تو جان لیجیے کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور جس سے رسول ناراض ہو اللہ بھی اس سے راضی نہ ہوگا اور جس سے اللہ و رسول دونوں ناراض ہوں اس کا ٹھکانہ جہنم ہی جہنم ہے۔

مزید وہ لوگ بھی عبرت لیں جو محض نام و نمود اور دوسروں پر رعب ڈالنے کے لیے مہنگی سے مہنگی جانوروں کی قربانی کرتے ہیں یا قربانی اللہ کی رضا کے حصول کے لیے نہیں کرتے بلکہ صرف گوشت خوری کے لیے کرتے ہیں اور مہینوں قربانی کا گوشت کھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے جنھیں قربانی کا گوشت دینے کا حکم ہے۔

☆☆☆

مضمون نگاروں سے گزارش

۱۔ مضامین صاف تحریر میں بھیجیں، اگر کمپوز شدہ ہو تو بہتر ہے۔
۲۔ مضامین میں قرآن و احادیث سے حوالہ دینے کا خاص اہتمام کریں۔
۳۔ مضامین میں آسان اور عام فہم زبان کا استعمال کریں۔
۴۔ دعوتی اور اصلاحی پہلو کا خاص خیال رکھیں۔
۵۔ مضمون لکھتے وقت ہمیشہ مثبت رویہ پیش نظر رکھیں۔
۶۔ حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اپنی بات رکھیں۔
۷۔ مضامین دو صفحات سے کم اور تین صفحات سے زیادہ نہ ہوں۔
۸۔ مضامین بھیجنے کے لیے رابطہ یا میل کریں:

E-mail: khizrerah@gmail.com

مولانا کوثر امام قادری

قربانی کے مخصوص ایام

قربانی تین دنوں تک ہے جو احادیث رسول و آثار صحابہ سے ثابت ہے، جب کہ تین دنوں سے زیادہ قربانی کرنے میں شبہ ہے یقین نہیں۔

ابتدائے اسلام میں تین دنوں کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ممانعت کی گئی تھی یعنی یہ حکم تھا کہ تین دن قربانی کی جائے اور انھیں تین دنوں میں کھا کھلا کر ختم کر دیا جائے بچا کر نہ رکھا جائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَیَأْکُلُ أَحَدٌ مِنْ لَحمِ أُضْحِیَتِہٖ فَوْقَ ثَلاَثَۃِ أَیَّامٍ۔

(صحیح مسلم، اضحیہ)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھائے۔

حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی اور کہا کہ: نَھَانَا أَنْ نَأْکُلَ مِنْ لُحُومِ نُسُکِنَا بَعْدَ ثَلاَثٍ.

(صحیح مسلم، اضحیہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین دن کے بعد اپنی قربانیوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پہلے کے عہد میں بھی قربانی تین دن ہی ہوتی تھی، اگر چار دن قربانی ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد گوشت کھانے سے منع نہیں فرماتے۔

ایام قربانی اور آثار صحابہ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

الأَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الأَضْحٰی۔

(سنن بیہقی، یوم النحر)

ترجمہ: عید الاضحیٰ کے بعد قربانی دو دن ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: الأَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ۔

(اوجز المسالک، جلد: ۹، ص: ۲۶۳)

ترجمہ: دسویں ذی الحجہ کے بعد قربانی دو دن ہے۔

حضرت عمر، علی اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ان صحابہ کرام نے فرمایا:

اَیَّامُ النَّحْرِ ثَلاَثَۃٌ اَفْضَلُھَا اَوَّلُھَا۔ (درایہ، اضحیہ)

قربانی تین دن ہے لیکن پہلا دن زیادہ افضل ہے۔

ان روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے مخصوص ایام تین ہی ہیں جو بڑے بڑے صحابہ کے عمل سے ظاہر ہے۔

اس طرح بہت سے آثار صحابہ ہیں جن سے قربانی کے تین دن ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی قربانی کے لیے خاص تین ہی دن رائج اور راجح تھے۔

ایام قربانی اور علما کی رائے

امام اعظم ابو حنیفہ کے استاذ کے استاذ حضرت ابراہیم نخعی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْاُضْحِیَۃُ ثَلاثَۃُ أَیَّامٍ یَوْمُ النَّحْرِ وَیَوْمَانِ بَعْدَہٗ۔

(جامع المسانید، جلد:۲، ص:۲۴۶)

ترجمہ: قربانی کے لیے تین دن خاص ہیں، ایک یوم نحر اور دو دن اس کے بعد۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

أَیَّامُ النَّحْرِ ثَلاثَۃٌ یَوْمُ الْعِیْدِ وَیَوْمَانِ بَعْدَہٗ وَھٰذَا قَوْلُ عُمَرَ وَعَلِی وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِی ھُرَیْرَۃَ وَأَنَسٍ وَقَالَ أَحْمَدُ أَیَّامُ النَّحْرِ ثَلاثَۃٌ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(المغنی، جلد:۱۱، ص:۱۱۴)

ترجمہ: ایام قربانی تین دن ہے، ایک یوم نحر اور اس کے بعد دو دن، یہی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ بہت سے صحابہ کرام نے قربانی کے تین دن کی روایت کی ہے۔

امام ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں:

وَیَوْمُ النَّحْرِ یَوْمَانِ بَعْدَہٗ ھِیَ أَیَّامُ النَّحْرِ عِنْدَ عَلِی وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَأَبِی ھُرَیْرَۃَ وَسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَسَعِیْدِ بْنِ مُسَیِّبٍ۔

(البحر المحیط، جلد:۶، ص:۳۶۵)

ترجمہ: قربانی کے دن اور اس کے بعد دو دن یہی قربانی کے ایام ہیں۔ حضرت علی، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، انس، ابو ہریرہ، سعید ابن جبیر اور سعید بن مسیب کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے۔

کل ایام تشریق والی روایت

جو لوگ قربانی کے چار دن ہونے پر اصرار کرتے ہیں، وہ دلیل میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جس کی روایت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ وَارْفَعُوا عَنْ عُرَنَۃَ وَکُلُّ مُزْدَلِفَۃَ مَوْقِفٌ وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ وَکُلُّ فِجَاجِ مِنٰی مَنْحَرٌ وَفِی کُلِّ أَیَّامِ التَّشْرِیقِ ذَبْحٌ۔

(مسند احمد، جبیر بن مطعم)

ترجمہ: تمام عرفات موقف ہے اور عرنہ سے آگے بڑھیں تو تمام مزدلفہ موقف ہے اور مقام محسّر سے گزریں تو منیٰ کی تمام گلیاں قربان گاہ ہے اور تمام ایام تشریق میں قربانی ہے۔

محدثین کرام نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْقَیِّمِ فِی الْھَدْیِ اِنَّ جُبَیْرَ ابْنِ مُطْعَمٍ مُنْقَطِعٌ لاَیَثْبُتُ وَصْلُہٗ۔ (نیل الاوطار، جلد:۵، ص:۱۲۵)

ترجمہ: ابن قیم نے ہدی میں کہا ہے کہ جبیر ابن مطعم کی حدیث منقطع ہے کیونکہ اس کا اتصال ثابت نہیں ہے۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَھٰذَا اَیْضاً مُنْقَطِعٌ فَاِنَّ سُلَیْمَانَ اِبْنِ مُوْسٰی ھٰذَا وَھُوَ الْاَشْدَقُ لَمْ یَدْرِکْ جُبَیْرُ ابْنِ مُطْعَمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد:۱، ص:۳۱۷)

ترجمہ: یہ بھی منقطع ہے اس لیے کہ سلیمان بن موسیٰ اشدق نے جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔

اور یہ حدیث منقطع نہ ہو تو بھی اس پر عمل کا راجح ہونا چند

وجوہات کے سبب قابل غور ہے:

۱۔صحابۂ کرام بالخصوص امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرات عبداللہ ابن عمر،عبداللہ ابن عباس،ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم کی رائے میں قربانی کے مخصوص ایام تین ہیں۔

۲۔تین دن قربانی میں کسی کو شبہ نہیں،لیکن اس سے زیادہ دنوں کے بارے میں شک ہے کہ قربانی ہوگی یا نہیں،اس لیے شک وشبہ میں پڑنے کی بجائے وہ عمل زیادہ بہتر ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

۳۔اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں اور اس میں قربانی کی جاسکتی ہے ،اب اگر کوئی نماز عید سے پہلے قربانی کرلے تو اس کی قربانی ہوجانی چاہیے کیونکہ نماز سے پہلے کا وقت بھی ایام تشریق میں شامل ہے، جب کہ نماز سے پہلے قربانی درست نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ کَانَ ذَبَحَ قَبلَ الصَّلاۃِ أَنْ یُعِیدَ ذَبْحًا۔

(صحیح مسلم،وقت الاضحیہ)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی نماز ادا کرائی اور خطبہ دیا پھر فرمایا جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کرلی ہے وہ دوبارہ قربانی کرے۔

۵۔بعض محدثین اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قربانی کا ایک دن خاص ہے (دسویں ذی الحجہ) اور تشریق کا ایک دن خاص ہے (تیرہویں ذی الحجہ) جبکہ دو دن تشریق اور قربانی دونوں کے درمیان مشترک ہے۔

جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی فی کل ایام تشریق ذبح کی وضاحت کرتے ہوئے ’’عمدۃ القاری‘‘ میں لکھتے ہیں:

أَیَّامُ النَّحرِ ثَلاثَۃٌ وَأَیَّامُ التَّشْرِیْقِ ثَلاثَۃٌ وَیَمْضِیْ ذٰلِکَ فِیْ أَرْبَعَۃِ أَیَّامٍ فَإِنَّ الْعَاشِرَ مِنْ ذِی الْحِجَّۃِ نَحْرٌ خَاصٌ وَالثَّالِثُ عَشَرَ تَشْرِیْقٌ خَاصٌ وَمَا بَیْنَہُمَا الْیَوْمَانِ لِلنَّحرِ وَالتَّشْرِیْقِ جَمِیْعاً۔

(کتاب العیدین،فضل ایام تشریق)

ترجمہ:قربانی کے دن تین ہیں اور تشریق کے دن بھی تین،یہ اس طرح چار دن ہوجاتے ہیں کہ دسویں ذی الحجہ قربانی کے لیے خاص ہے اور تیرہویں ذی الحجہ تشریق کے لیے خاص ہے اور ان دونوں کے درمیان دو دن قربانی اور تشریق ہر ایک کے درمیان مشترک ہے۔

اس صورت میں قربانی کے تین دن اور تشریق کے چار دن ہونے پر کوئی فرق نہ پڑے گا۔

۶۔اور اگر فی کل ایام تشریق ذبح کا معنی ہی یہ کیا جائے کہ قربانی صرف ایام تشریق میں ہے تو کچھ مسئلہ ہی باقی نہ رہے گا، کیونکہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ قربانی ایام تشریق کے دنوں میں ہی درست ہے غیر ایام تشریق میں نہیں۔

رہا قربانی کے لیے تین دنوں کی تخصیص تو اس پر احادیث اور آثار صحابہ بھی موجود ہیں۔

اخیر میں واضح رہے کہ امام شافعی کے علاوہ جمہور کے نزدیک قربانی کے تین دن (۱۰،۱۱،۱۲ ذی الحجہ) راجح ہیں اور یہی مذہب احتیاط پر مبنی ہے۔

☆☆☆

افتخار عالم سعیدی

قربانی کی حقیقت اور مفہوم

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا:

یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الأَضَاحِیُّ؟ قَالَ: سُنَّۃُ أَبِیکُمْ إِبْرَاھِیمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ (مسند احمد، زید بن ارقم)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: یہ قربانی تمہارے باپ ابراہیم کی علیہ السلام سنت ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات سمجھ میں میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو قربانی کے ذریعے اپنے محبوب پیغمبر کی زندگی کے واقعات سے روشناس کرایا ہے، تاکہ بندہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ رکھے۔ اُن کی زندگی کے معمولات، صبر و تحمل، عاجزی وانکساری اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی فوراً تعمیل جیسی صفات سے اپنی زندگی کو سجانے کی کوشش کرے، پھر مسلمان بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایثار و محبت کے رنگ میں رنگ جائے۔

قربانی کی اصل

قربانی کی اصل یہ ہے کہ ایک مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کردے، جس قدر بھی ہوسکے یا جو کچھ بھی اس کے پاس ہو، جیسے جان ومال، آل اولاد، عزت وشہرت، علم وہنر اور شجاعت وبہادری وغیرہ۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنے عزیز ترین بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جنھیں حضرت ابراہیم نے ہزار ارمانوں کے بعد بڑھاپے میں پایا تھا، قربان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی، جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی قربانی کا واضح حکم بھی نہیں ہوا تھا بلکہ صرف ایک اشارہ تھا۔

چنانچہ اشارہ پاتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عزیز بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے

دیکھا جائے تو اصل میں اللہ تعالیٰ کو صرف امتحان لینا مقصود تھا۔ جب آپ امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کی جگہ ایک جنتی دنبہ بھیج دیا اور وہ دنبہ فدیے کے طور پر ذبح ہوا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِینُ وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیمٍ۔ (صافات: ۱۰۷-۱۰۶)

ترجمہ: بیشک یہ ایک روشن آزمائش تھی اور ہم نے اُس کے بدلے ایک بڑا ذبیحہ صدقے میں دیا۔

قربانی کی روح

قربانی سے پہلے ایک دعا پڑھی جاتی ہے: إِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِینَ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ۔ (انعام: ۷۹و۱۶۲)

ترجمہ: میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور میں مشرک نہیں، بیشک میری نماز، میری

قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

یہی دعا اصل میں قربانی کی روح ہے کہ بندہ قربانی کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کررہا ہے، گویا کہ وہ اللہ سے کہہ رہا ہے کہ یااللہ! میرا کچھ نہیں ہے جو کچھ بھی ہے سب تیرا اور تیرے لیے ہے، چنانچہ یہ قربانی بھی تیرے ہی لیے ہے تو اسے قبول فرمالے۔

بندے کے دل میں جب یہ صفت پائی جاتی ہے تو وہ بدنی عمل ہو یا مالی عمل یعنی روزہ اور نماز، یا زکوٰۃ اور قربانی، اس وقت یہ تصور کرتا ہے کہ یااللہ! یہ تیرا ہے اور ہم تیرے ہی لیے قربان کررہے ہیں نہ کہ اپنی بڑائی یا تعریف کے لیے۔

مذکورہ آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مومن کا دل ہر عمل کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف مائل رہے۔ اس طرح سے قربانی کا دو مفہوم سمجھ میں آتا ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔

ظاہری و باطنی مفہوم

ظاہری مفہوم یہ ہے کہ کوئی انسان قربانی کے دنوں میں کسی جانور مثلاً گائے، بیل، بھینس یا دنبہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربان کرے۔

باطنی مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربان کردے۔ خود کو قربان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی محبت والفت میں جلا کر راکھ کردے اور صرف اس کے حکم کے مطابق عمل کرے، جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ میں ذکر ہوا:

''میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ کے لیے ہے''۔

چنانچہ انسان کا مرنا اور جینا اسی وقت اللہ کے لیے ہوسکتا ہے جبکہ وہ احکام الٰہی کی پابندی اور منع کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے، اس طرح عمل کرنے سے بندے کے اندر اخلاص پیدا ہوتا ہے اور اخلاص کے نتیجے میں اس کے اندر عاجزی وانکساری، صبر وتحمل اور بندگی بجالانے کی صفتیں پیدا ہوتی ہیں اور بندہ جب بھی قربانی پیش کرتا ہے تو اس کی قربانی میں روحانیت کا غلبہ رہتا ہے چنانچہ اس صورت میں للہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال و دولت خرچ کرنے میں نہ تو وہ کوئی دشواری محسوس کرتا ہے اور نہ ہی نام ونمود کی چاہت۔

اللہ تعالیٰ بندوں سے ایسی ہی قربانی چاہتا ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو، کیونکہ اس کی بارگاہ میں وہی قربانی مقبول ہوگی جو کبر، ریا اور دکھاوا سے خالی ہو۔

قرآن کریم میں ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُھَا وَ لَا دِمَاؤُھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ (حج:۳۷)

ترجمہ: ہرگز اللہ تعالیٰ کو نہ تو قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ اس کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تقویٰ پسند ہے جو کرامت وبزرگی کا معیار بھی ہے، اس کی وضاحت اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ أَتْقَاکُمْ۔ (حجرات:۱۳)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

لٰہذا جس بندے کے اندر جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا اور جس کا دل اللہ کے ذکر سے جتنا زیادہ معمور ہوگا اس

کے دل میں اتنا ہی زیادہ تقویٰ پیدا ہوگا۔ پھر وہ اُسی قدر اپنی قربانی پیش کرے گا جس کے سبب نہ صرف اس کی قربانی مقبول ہوگی بلکہ اُسی اعتبار سے اُس کے درجات بھی بلند ہوں گے۔

مذکورہ گفتگو سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا باطنی مفہوم یعنی روحانیت والی قربانی مقصود ہے جبکہ آج لوگوں نے محض ظاہری مفہوم کو اپنا لیا ہے۔ یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عوام میں ان لوگوں کی تعریف ہوتی ہے جن کا جانور قیمتی ہو، یا جنھوں نے زیادہ سے زیادہ لوگوں کی دعوت کی ہو اور طرح طرح کی غذائیں بنوائی ہو، اس سے انسان کے اندر غروراور دکھاوٹی قربانی کی بو آنے لگتی ہے اوراس سے نیکیوں کو تباہ و برباد ہونے ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔

لیکن اگر یہی تمام چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہو تو یہ عبادت ہے اور اسلام اِسی طرح کی قربانی چاہتا ہے، کیونکہ اس طرح کی صفات پیدا کرنے کا نام ہی اصل قربانی ہے، تا کہ ضرورت کے وقت ہم جان کی بھی قربانی دے سکیں اور مال کی بھی قربانی پیش کر سکیں۔ جس وقت ہمارے دل میں ایثار و قربانی کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا، اس وقت ہماری قربانی کا پھل بھی نظر آئے گا، قربانی کی تمام ضرورتیں پوری بھی ہوں گی اور قربانی اس آیت کا مظہر بنے گی کہ:

إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ (صافات:۱۰۵)

ہم اچھا کام کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

آج اسلامی معاشرے میں ہونے والی قربانیوں کو دیکھ کر ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری قربانی حضرت ابراہیم کے عمل کے مطابق ہے، محسنین کے نقش قدم پر ہے یا پھر ظالموں کے زمرے میں شامل ہونے کے لائق۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ۔

(صافات:۱۱۳)

ترجمہ: اوران کی اولاد میں کوئی محسن (اچھا کام کرنے والے) اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ابراہیم علیہ السلام کی سنت زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

ماهنامه خضرراه

بہت تیزی کے ساتھ پسندیدہ رسالہ بنتا جا رہا ہے۔
ایک شہر میں ایک ہی ایجنسی دی جائے گی
جو پہلے ایجنسی حاصل کریں گے ان کو ترجیح دی جائے گی۔

ایجنسی کے لیے جلد رابطہ کریں:
Shah Safi Academy
Khanqah-e-Arifia,Saiyed Sarawan,
Kaushambi,Allahabad(U.P.)
Pin Code: 212213
E-mail: khizrerah@gmail.com
Mob: 09312922953

انجم راہی

سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور انسانی رشد و ہدایت کا ضامن ہے جو اپنے ماننے والوں سے عشق و ایثار چاہتا ہے اور ہمیشہ سے وہ اپنے ماننے والوں کو ایسے افراد تیار کرتا آیا ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر مشعل راہ ہوتے ہیں اور ان کے شب و روز ہمیں محبت و ایثار کا درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم ایسے افراد کو تلاش کر کے ان کی زندگی کے طور طریقے کو اپنی حیات کے شب و روز کا اوڑھنا بچھونا بنالیں اور اسلام کا جو تقاضۂ محبت و ایثار ہے اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں کیونکہ عشق و ایثار کے سچے جذبے کا دوسرا نام قربانی ہے۔ جب تک کہ انسان اپنے آپ کو حقیقت میں فنا فی اللہ نہ کردے اس وقت تک وہ اپنے مقصد کو نہیں پا سکتا ہے۔جس کے لیے رب نے اس دار فانی میں بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى۔ (نجم:۳۹)

ترجمہ: اور بے شک انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اور انسانی تجربہ بھی ہے کہ دانہ خاک میں مل کر ہی پودے کی شکل اختیار کرتا ہے۔

مٹا دو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہو
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے۔

حقیقت میں جو معرفت خداوندی کے جام سے مست رہے ہیں ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ امتحان خداوندی سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ آج ہم لوگ خود بقرعید میں جس قربانی کا اہتمام کرتے ہیں وہ بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگار ہے جن کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں قربان ہونے سے خالی نہیں، آپ کی حیات کی سب سے بڑی قربانی ''ذبیحہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قربانی کا حکم دیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (سورۂ کوثر:۲)

ترجمہ: نماز پڑھو اپنے رب کے لیے اور قربانی کرو۔

اس کے علاوہ متعدد احادیث کریمہ میں بھی قربانی کی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے جس کے کرنے والوں سے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جب کہ نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعید کا حکم سنا گیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

حضرت ابراہم خلیل اللہ علیہ السلام کی پوری زندگی ایثاروقربانی اورطرح طرح کی تکلیفوں سے بھری ہوئی ہے، یہاں تک کہ آپ کو آگ میں بھی ڈالا گیا جو حکم الٰہی سے سلامتی والی اورگلزار بن گئی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے چہیتے اوراکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کوذبح کر رہے ہیں، کئی مرتبہ ایسا ہی خواب نظر آیا آپ سمجھ گئے کہ یہ حکم خداوندی ہے، آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کوقربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اورحضرت اسمٰعیل کو بتائے بغیرکہ کہیں کم عمری کی وجہ سے انکار نہ کربیٹھیں میدان کی طرف چل پڑے۔راستے میں جب حضرت ابراہیم نے اپنے اطاعت شعارفرزند اسمٰعیل سے کہا: اے پیارے!

إِنِّی أَرٰی فِی الْمَنَامِ أَنِّی أَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ (صافات:۱۰۲)

یعنی میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے بتاؤتمہاری رائے کیا ہے؟

یہ سن کرلائق فرزند اسمٰعیل نے برجستہ جواب دیا:

یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ إِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِینَ۔ (صافات:۱۰۲)

یعنی اے ابو! آپ وہ کام کیجئے جس کا حکم دیا گیا ہے ان شاءاللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

اس طرح حضرت اسمٰعیل نے نہ صرف آداب فرزندی ادا کی، بلکہ اللہ کے نام پرقربان ہونے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کرکے ''ذبیح اللہ'' ہونے کا ثبوت بھی پیش کیا جو ہمارے اورتمام مسلمانوں کے لیےعبرت کا سبب ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

☆☆☆

طالبانِ شوق کی بجھتی ہے جس سے تشنگی
درحقیقت وہ ہے دربارشہِ عارف صفی

انیسویں صدی کے مشہور بزرگ اورخانقاہ عالیہ عارفیہ،سیدسراواں کے بانی

حضرت مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہٗ کا

ایک سوتیرھواں عرس ۵/اکتوبر کو ہوگا

اس مبارک تقریب میں شریک ہوکرفیوض وبرکات حاصل کریں۔

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا

کی قلبی واردات، گنجینۂ معانی، بحر حقائق ومعارف، مثنوی

نغمات الاسرار فی مقامات الابرار

کا تیسرا ایڈیشن اپنے نئے رنگ وآہنگ اور ضروری توضیحی حواشی کے ساتھ منظر عام پر آ چکا ہے۔

رابطہ کریں:

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (الہ آباد) 212213 (یوپی)

شاہی پروڈکٹس کے لیے

مندرجہ ذیل ایجنسیوں پر رابطہ کریں:

حافظ سرفراز، دھاراوی، ممبئی-17

موبائل:09323861303

خانقاہ نعمتی، مٹیا برج، کولکاتہ

موبائل:09831746380

دہلی آفس:: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاوس، اوکھلا، نئی دہلی-110025

Mob: 09899156384

روضۂ رسول کی زیارت اور شد الرحال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَائُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (نسا:٦٤)

ترجمہ: اور اگر ایسا ہو کہ جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور پھر وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں تو وہ ضرور اللہ کو رحم کرنے اور توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔

قاضی شوکانی (١٢٥٥ھ) روضۂ رسول کی زیارت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے سفر زیارت کا حکم اس طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، اس لیے کہ حدیث میں ہے: اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔ (انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں) اس حدیث کو امام بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس مسئلے پر ان کی ایک تالیف بھی موجود ہے۔ (نیل الاوطار، ج:٣، ص:١٠٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَن يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيمًا۔ (نسا:١٠٠)

ترجمہ: جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی نیت سے نکلے اور پھر اس کو موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ثابت ہو گیا۔

اس آیت سے زیارت قبر نبوی کے لیے سفر پر دلیل پیش کرتے ہوئے قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کی بارگاہ میں حاضری دی جائے۔ (نیل الاوطار، ج:٣، ص:١٠٥)

احادیث اور زیارت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔

یہ حکم عام ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ شامل ہیں اور یہ حکم سفر کرکے زیارت اور بغیر سفر کرکے زیارت دونوں کو عام ہے۔ اگر کوئی خاص کرتا ہے تو اسے اس تخصیص پر دلیل پیش کرنی ہوگی جو موجود نہیں۔

ایک دوسری حدیث ہے:

عَنْ رَجُلٍ مِّنْ آلِ حَاطِبٍ عَنْ حَاطِبٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَأَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ۔ (سنن دار قطنی، ج:٢، ص:٢٧٨)

ترجمہ: آل حاطب کے ایک فرد سے مروی ہے وہ حاطب

سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے میرے انتقال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی۔

اس حدیث کی سند میں اگرچہ ''آل حاطب'' کا ایک فرد مبہم شخص ہے لیکن اس کی تائید بہت سی دوسری روایتوں سے ہوتی ہے۔اس طرح کی متعدداحادیث ہیں جن میں زیارت قبرنبوی کا ذکرموجود ہے،ان احادیث میں اگرچہ کوئی بھی حدیث صحیح نہیں مگران میں کچھ حدیثیں حسن لذاتہ ہیں،کچھ حسن لغیرہ ہیں۔اوراگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تمام روایات ضعیف ہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے تب بھی اصول حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ کسی ضعیف حدیث کا اگر ایک بھی شاہد موجود ہوتو وہ حسن کے درجے کو پہنچ جائے گی اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ شواہد کی تعداددس سے زیادہ ہے جو متواتر کی تعداد ہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ وہ روایت جو معنی کے لحاظ سے ہی سہی لیکن متواتر ہو،اس میں راویوں کے لیے عدالت شرط نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی غورکرنے کی ہے کہ زیارت کی احادیث کی سند کو مجموعی طور پر محدثین کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے،حافظ ابن حجرعسقلانی اپنی کتاب ''تلخیص''میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنی تمام اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

لیکن حضرت عبداللہ ابن عمر والی روایت کو حافظ ابوعلی بن السکن (۳۵۳ھ) حافظ ابن الخراط شیخ عبدالحق الازدی الاشبیلی (۵۸۲ھ) اور حافظ تقی الدین سبکی (۷۵۶ھ) نے متاخرین میں مجموعی لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے۔ (جلد:۲،ص:۲۶۷)

یونہی حافظ سخاوی نے امام ذہبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد میں ضعف ہے لیکن یہ ساری روایات باہم ایک دوسرے کو تقویت پہنچانے والی ہیں،کیونکہ ان میں کوئی بھی راوی ایسا نہیں ہے جس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہے اوران میں سب سے عمدہ سندوالی روایت حاطب والی ہے۔

(المقاصد الحسنہ،ص:۶۴۸)

آثار صحابہ اور زیارت

آثار صحابہ اور تابعین سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے لیے سفر کا شرعی ثبوت ملتا ہے،ان میں سند کے لحاظ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک مضبوط روایت ہے جس کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے:

اِنَّ بِلالاً رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ مَاهٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلالُ!أَمَاآنَ لَکَ أَنْ تَزُوْرَنِيْ فَانْتَبَهَ حَزِيْناً وَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ وَقَصَدَ الْمَدِيْنَةَ فَأَتٰى قَبْرَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهٗ وَيَمْرُغُ وَجْهَهٗ عَلَيْهِ۔

(ابن عساکر،ج:۲،ص:۲۵۶)

ترجمہ: حضرت بلال نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں:اے بلال!یہ کیا ستم ہے کہ تونے اب تک میری زیارت کے لیے سفر نہیں کیا؟

چنانچہ اس خواب نے حضرت بلال کو غمگین کردیا اوروہ سفر مدینہ کا ارادہ کرکے نکل پڑے۔جب قبرنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو رونے لگے اوراپنا چہرہ اس پر رکھ کر ملنے لگے۔

اس واقعے کو حافظ ابن الحاج مزئی (۲۴۲ھ) نے ''تہذیب'' میں ذکر کیا ہے اور امام سبکی نے شفاء السقام میں فرمایا کہ اس کی اسناد جید (بہتر) ہے۔

اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صحابہ کی موجودگی میں تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے آثار و اخبار ہیں جن سے روضۂ رسول کی زیارت کے لیے سفر کا ثبوت ملتا ہے۔

اکابر علما کی رائے

قاضی عیاض مالکی ''شفا'' میں لکھتے ہیں:

وَزِيَارَ ةُ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَجْمَعٌ عَلَيْهَا وَ فَضِيْلَةٌ مَرْغَبٌ فِيْهَا۔

(جلد:۲، ص:۷۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت مسلمانوں کا وہ طریقہ ہے جس پر اجماع ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل اعمال اور ان بڑی نیکیوں میں ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہیں اور اس کی مشروعیت پر اجماع ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (فتح الباری، جلد:۳، ص:۶۶)

ائمۂ مذاہب اربعہ کی رائے

علامہ کمال الدین ابن ہمام لکھتے ہیں:

ہمارے مشائخ کا فرمان ہے کہ روضۂ رسول کی زیارت مستحب اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔

''مناسک فارسی'' اور ''شرح مختار'' میں ہے کہ جس کے پاس گنجائش ہے اس کے لیے قریب بہ واجب ہے۔

(فتح القدیر، جلد:۳، ص:۱۷۹)

امام نووی شافعی فرماتے ہیں کہ ہر حاجی کے لیے مستحب ہے کہ وہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جائے، چاہے مدینہ منورہ سفر کے راستے میں آئے یا نہ آئے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہم نیکیوں، نفع بخش کوششوں اور افضل ترین اعمال میں شامل ہے۔ (الاذکار، ص:۳۰۶)

عبدالرحمن خطاب عینی مالکی (۹۵۴ھ) ''مواہب الجلیل'' میں فرماتے ہیں کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل ہے۔ (جلد:۲، ص:۵۵۶)

ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے۔ (المغنی جلد:۳، ص:۳۴۶)

قاضی شوکانی ''نیل الاوطار'' میں لکھتے ہیں کہ زیارت کے سلسلے میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مستحب ہے۔ بعض مالکیہ اور بعض ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ واجب ہے۔ احناف کا قول یہ ہے کہ قریب بہ واجب ہے۔ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ جائز نہیں ہے اور بعض حنابلہ نے اس مسئلے میں ان کی پیروی کی ہے۔

اخیر میں لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف بھی اس صورت میں ہے جب زیارت کے لیے سفر کیا جائے ورنہ بغیر سفر کیے زیارت بالاتفاق مشروع ہے۔ (جلد:۳، ص:۱۰۵)

حدیث شد الرحال کا مفہوم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے سفر جائز نہ ہونے بلکہ اس سفر کو گناہ قرار دینے کے سلسلے

میں سب سے مضبوط دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَشُدُّ الرِّحَالَ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ، اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، وَمَسْجِدِیْ هٰذَا، وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی۔

(بخاری و مسلم)

ترجمہ: صرف تین مسجدوں کے لیے سفر کیا جائے، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

لیکن حقیقت میں یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں پہلے سفر کی عام ممانعت کا حکم لگایا گیا ہے اور پھر استثنا کے ذریعے اس حکم سے تین مسجدوں کو الگ کیا گیا ہے، اب اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں پہلے لگایا جانے والا حکم بالکل عام ہے تو یہ درست نہیں، کیونکہ کہ بہت سے دوسرے سفر ثواب کی نیت سے کیے جاتے ہیں، مثلاً علم حاصل کرنے کے لیے اور علما و مشائخ کی زیارت کے لیے۔ یہ سارے اسفار ثواب والے ہیں اور ایسے سفر کا کوئی منکر نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ ممانعت کا حکم صرف قبروں کی زیارت کے لیے ہو، چنانچہ یہ بھی درست نہیں، کیونکہ جب عام خانے سے نکال کر بعض چیزوں کو الگ کیا جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بعض چیزیں پہلے اس عام خانے میں شامل ہوں اور جو چیزیں اس عام خانے میں شامل ہی نہیں ان کو نکال کر الگ کیسے کیا جائے گا؟

تیسری صورت یہ ہے کہ حدیث میں مذکور حکم صرف مسجدوں کے لیے ہو اور پھر اس سے تین مسجدوں کو الگ کیا گیا ہو یہی صحیح ہے کہ حکم عام صرف مسجدوں کے لیے ہے۔

اب ایسی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ثواب کی غرض اور مسجد کو زیادہ فضیلت والی سمجھتے ہوئے صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کا سفر کیا جائے، کیونکہ دوسری ساری مسجدیں فضیلت میں برابر ہیں۔ لہٰذا مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

اس مفہوم کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے بیان کیا ہے جس میں مسجد کی صراحت ہے اور اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ بطور خاص نماز پڑھنے کی غرض سے سفر نہ کیا جائے۔ (فتح الباری، جلد: ۳، ص: ۶۵)

پوری اسلامی تاریخ میں صحیح روایت کے مطابق ابن تیمیہ سے پہلے کسی نے بھی قبر نبوی کی زیارت کے لیے سفر کو حرام اور گناہ قرار نہیں دیا اور ابن تیمیہ کے بعد بھی صرف ان کے ماننے والوں نے ہی اس کا انکار کیا ہے ورنہ امت کا عمل آج بھی یہی ہے کہ وہ حج سے پہلے یا بعد میں قبر نبوی کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرتی ہے اور اسے اپنے لیے باعث برکت و سعادت اور رحمت و مغفرت سمجھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج بیت اللہ کے ساتھ روضۂ انور کی زیارت بھی نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ماھنامہ خضر راہ
کا پانچ سالہ ممبر شپ
حاصل کریں
صرف -/900 روپے میں

حضرت مخدوم شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہٗ (۹۲۲ھ) کے قلم سے

علامہ قطب الدین دمشقی قدس سرہ کی مشہور متن تصوف

الرسالۃ المکیۃ کی عالمانہ و عارفانہ شرح

مجمع السلوک

جو شریعت و طریقت کا انسا ئیکلو پیڈیا اور سالکین و طالبین

کے لیے دستور العمل ہے۔

مولانا ضیاء الرحمن علیمی نے اس کا سلیس و بامحاورہ ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔

تحقیق و تخریج کا کام جاری ہے۔

بہت جلد اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔

ناشر:

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد (یوپی)

فاطمہ ذیشان

خواتین کی تعلیم: چند بنیادی پہلو

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت کیوں کہ علم ہی ایک ایسا راستہ ہے جو ہمیں راہ حق کی طرف لے جاتا ہے، علم کے بغیر کسی بھی انسان کی زندگی ادھوری ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ علم سیکھے چاہے وہ تھوڑا ہی سہی، کیوں کہ اس کے ذریعے انسان کے اندر عقل و شعور پیدا ہوتا ہے۔ علم کے بغیر انسان ایک جانور کی طرح ہے، علم انسانی زندگی کے لیے ایسے ہی ضروری ہے جیسے آکسیجن زندگی کے لیے ضروری ہے۔ علم انسان کو زندگی کی حقیقتوں سے آگاہ کرتا ہے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ علم سیکھو ماں کی گود سے لے کر قبر تک۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی تعلیم یافتہ ہونا چاہیے، بلکہ بعض جہتوں سے مردوں کے بالمقابل عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ حصول علم کا آغاز ماں کی گود سے ہوتا ہے، اب اگر ماں ہی غیر تعلیم یافتہ ہو تو وہ اپنے بچوں کو کیا علم سکھائے گی۔ علاوہ اس کے باپ کے بالمقابل بچے ماں سے زیادہ قریب رہتے ہیں اور بچوں پر ماں کا اثر بھی زیادہ پڑتا ہے، اسی لیے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔

آج کے دور میں بہت سارے لوگ لڑکیوں کی تعلیم کو غیر ضروری سمجھتے ہیں جب کہ حدیث پاک میں خواتین کو بھی علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، لیکن بہت ہی کم ایسے والدین ہیں جو اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں جو بھی ملک تعمیر و ترقی کا خواہاں ہے وہ اپنی خواتین کی تعلیم پر پوری توجہ دیتا ہے، کیوں کہ کسی بھی ملک کی تعمیر و ترقی میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا کردار بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، وہ چاہے ٹیچر، ڈاکٹر اور انجینئر کی صورت میں ہو، یا کسی اور صورت میں ہو۔

آج کے دور میں خواتین کو اس لیے بھی تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ اگر کوئی مرد انھیں حل کرنا چاہے بھی تو اس کے لیے یہ ایک مشکل امر ہوگا جب کہ تعلیم یافتہ خواتین اپنے مسائل کو بخوبی حل کر سکتی ہیں، جیسا کہ حجاب اور پردے کے بارے میں غیر مسلموں کا یہ ماننا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو قید کر کے رکھا ہے، اس تعلق سے ایک خاتون ہی بتا سکتی ہے کہ اسلام نے خواتین کو قید میں نہیں رکھا ہے بلکہ اس کی وجہ سے خواتین کی حفاظت ہوتی ہے، اگر یہی بات ایک مرد کہے تو اسے صنفی تعصب کے خانے میں رکھا جائے گا جب کہ اگر یہی بات ایک عورت کہتی ہے تو اسے بغور سنا جائے گا۔ غیر مسلم خواتین کے اس طرح کے اعتراضات کا جواب وہی خواتین دے سکتی ہیں جو مکمل طور سے تعلیم یافتہ ہوں، عصری علوم پر بھی ان کی اسی طرح نظر ہو جس طرح دینی علوم پر ہو۔ جب کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ تعلیم دینے والی خواتین خود نامکمل ہیں، جس کی وجہ سے لڑکیوں کا وقت ضائع ہو رہا ہے اور سماج پر بھی اس کا برا اثر پڑ رہا ہے، اس لیے چاہیے کہ جو بھی خواتین تعلیم دے رہی

ہیں وہ پہلے خود پورے طور سے ایک تعلیم یافتہ خاتون بنیں، تبھی وہ دوسری خواتین کو صحیح طور پر تعلیم وتربیت دے سکتی ہیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ آج ہندوستان میں لڑکیوں کے مدارس کی کمی ہے یا اُن کے حالات بہتر نہیں۔ ایک سے ایک مدرسے اور خود کفیل ادارے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا حال یہ ہے کہ ان کا تعلیمی معیار بہتر اور بلند ہونے کے بجائے نہایت پست ہے، ساتھ میں اخلاقی معیار بھی کافی گرا ہوا ہے۔ اگر ان خامیوں پر قابو پالیا جائے تو مسلم لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت پر اچھا اثر پڑے گا، ان مدارس کے لیے چند قابل اصلاح پہلو یہ ہیں:

۱۔ استانیاں تعلیمی اعتبار سے مکمل ہوں۔

۲۔ جن کی تعلیم نامکمل ہو اُن سے تعلیم نہ دلائی جائے۔

۳۔ پڑھائی پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔

۴۔ ان مدارس میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لڑکیوں کی معیاری تعلیم وتربیت سے زیادہ نعت وتقاریر کی مشاقی پر توجہ دی جاتی ہے جب کہ تعلیم پر زور دینا کہیں اس سے زیادہ ضروری اور مفید ہے۔

علاوہ ازیں اخلاقی اعتبار سے جو کچھ خامیاں ہیں اُن کا درست ہونا بہت ضروری ہے۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اگر تعلیم کا معیار صحیح ہے تو اخلاقی معیار بگڑا ہوا ہے، اگر ان باتوں پر غور کیا جائے تو مدرسے کے حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔

عہد رسالت سے لے کر آج تک اسلام کے ہر دور میں مسلم خواتین لکھتی پڑھتی رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے علم وفضل سے اسلام کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ بہت ساری خواتین ایسی بھی گذری ہیں جو پڑھنے کے ساتھ لکھنا بھی جانتی تھیں۔ ماضی کے علما کے تذکروں میں ہم اکثر پڑھتے ہیں کہ فلاں عالم کی بیوی بہت بڑی عالمہ تھیں، فلاں عالم کی بیٹی بہت بڑی فقیہہ تھیں۔ اس کا سلسلہ عہد رسالت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جوڑا جا سکتا ہے۔ لیکن آج ایسی مثالیں ناپید ہوگئی ہیں۔ موجودہ زمانے میں اس روایت کو پھر سے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بہت سے فوائد ہوں گے۔ سلام ہو اس نبی برحق پر جس نے تعلیم نسواں کی اجازت دے کر ہم خواتین کی مشکلات کا حل مہیا کرایا ہے۔

☆☆☆

السعی منی والشفاء من اللہ

یونانی دواؤں کے ذریعے پیچیدہ و کہنہ امراض کا تشفی بخش علاج

حکیم سرفراز حسین

امام صاحب سنی جامع مسجد چمڑا بازار، مین روڈ، دھاراوی ممبئی-17۔ موبائل:09323861303

سب سے بڑی قربانی

جمال رضا: ماموں جان! ایک بات پوچھوں؟

محمد راشد: کیوں نہیں، ضرور پوچھو! دیکھو جو بھی سوال ذہن میں آئے اُسے ضرور پوچھ لیا کرو، اس سے علم میں اضافہ ہوتا ہے ورنہ جو لوگ نہیں پوچھتے ہیں دھیرے دھیرے ان کی نہ پوچھنے کی عادت بن جاتی ہے اور پھر وہ جاہل رہ جاتے ہیں۔

جمال رضا: ماموں جان! جب ہم میٹھی عید (عید الفطر) مناتے ہیں تو سویّاں اور اس طرح کی دوسری میٹھی چیزیں بناتے ہیں لیکن بقر عید (عید الاضحیٰ) میں ہم گوشت ہی کیوں بناتے ہیں؟ اور اتنے سارے جانوروں کو کیوں کاٹتے کرتے ہیں؟

محمد راشد: ارے واہ! تم نے تو بہت اچھا سوال کیا ہے ماشاء اللہ، دیکھو تمہارے سوال میں دو باتیں ہیں:

۱۔ عید الاضحیٰ میں گوشت ہی کیوں بناتے ہیں؟ ۲۔ بقر عید میں جانوروں کو کیوں قربان کرتے ہیں؟

پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ عید الاضحیٰ کا دن اللہ تعالیٰ کی میزبانی اور اس کے بندوں کی مہمانی کا دن ہے کیونکہ اس دن اللہ کے نیک بندے اللہ کے خاص گھر کعبہ شریف جا کر اپنا حج پورا کرتے ہیں، وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے بہت خوش ہوتا ہے اور ان کے صدقے میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنا مہمان بنالیتا ہے اور تم جانتے ہی ہو کہ سب سے زیادہ پسند کیا جانے والا کھانا گوشت ہے۔ اس لیے آج کے دن تمام مسلمان یعنی اللہ کے مہمانوں کے لیے بھی گوشت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس دن ہم جانوروں کو کاٹتے نہیں ہیں بلکہ ان کو اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔ تم نے سورۂ کوثر پڑھا ہے اور تمھیں اس کی آخری آیت بھی یاد ہوگی جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔

ترجمہ: اے نبی! تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

جمال رضا: ماموں جان! یہ قربانی کیوں کی جاتی ہے؟

محمد راشد: اصل میں قربانی اللہ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک بندوں کے کام بڑے پیارے لگتے ہیں اور جو کام زیادہ پیارا لگتا ہے اللہ اس کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پیاری سنت کو باقی رکھنے کے لیے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ قربانی کریں، چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود قربانی فرمائی اور تمام مسلمانوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا اس لیے ہر وہ مسلمان جو قربانی کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اُن پر قربانی واجب ہوگئی۔

جمال رضا: ماموں جان! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جانوروں کی قربانی کیوں کی؟

محمد راشد: اصل میں حضرت ابراہیم نے جانوروں کی قربانی نہیں کی تھی بلکہ اُنھوں نے اپنے چہیتے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی قربانی پیش کی تھی جو اللہ کی جانب سے ایک امتحان تھا، وہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور اللہ کا بہت بڑا کرم ہوا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی قبول فرمائی اور اُن کی جگہ حضرت جبرئیل کے ذریعے جنتی دنبہ بھجوا کر اس کو ذبح کروادیا۔

جمال رضا: ماموں جان! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟

محمد راشد: قرآن پاک میں ایک سورہ "الصّٰفّٰت" ہے جس میں آیت: ۹۹ سے ۱۱۱ تک اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے، اس کا مفہوم میں تمھیں سناتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۰ رسال کی ہو چکی تھی لیکن آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اُنھوں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک عقلمند لڑکے کی خوش خبری سنائی اور اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام چلنے پھرنے اور بات کو سمجھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں چونکہ انبیاومرسلین کے خواب سچے ہوتے ہیں اس لیے آپ نے حضرت اسمٰعیل کی امی جان یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اسمٰعیل کو تیار کر دو، ہم دونوں ایک دعوت پر جارہے ہیں، پھر آپ اپنے بیٹے کو لیکر ایک جنگل کی طرف چل پڑے، راستے میں آپ نے اپنے بیٹے سے اپنا خواب بیان کیا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تم کو اللہ کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں، اب بتاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان! آپ ویسا ہی کیجئے جیسا آپ کو حکم دیا جاتا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ اس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بغیر کسی جھجھک کے اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے، پھر جب حضرت ابراہیم □ علیہ السلام نے اُن کی گردن پر چھری چلائی تو آپ کے اس خلوص کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ فوراً جنت سے ایک دنبہ لے جا کر اسمٰعیل کی جگہ پر لٹا دو۔ چنانچہ حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، جب حضرت ابراہیم ذبح کر چکے اور آنکھوں سے پٹی کھولی تو دیکھا کہ اسمٰعیل علیہ السلام پاس کھڑے ہیں اور اُن کی جگہ پر ایک دنبہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو ندا دی کہ اے ابراہیم! بیشک تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور بیشک یہ بہت بڑا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس (اسمٰعیل) کے بدلے دیکر اُسے بچالیا۔

جمال رضا: ماموں جان! حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کتنے اچھے تھے کہ فوراً اللہ کی بارگاہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے، میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں بھی ان کی طرح اللہ کی راہ میں قربان ہو جاؤں کیا میں بھی قربان ہو سکتا ہوں؟

محمد راشد: کیوں نہیں، ضرور ہو سکتے ہو! میں تمھیں بتاؤں کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو ماننا ہی اللہ کی راہ میں قربان ہونا ہے، اللہ نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کا کہنا مانو تو تم بھی ماں باپ کا کہنا مانو، اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے تو تم بھی پڑھنے جایا کرو!

آج کے دور میں سب سے بڑی قربانی یہی ہے کہ بچے خوب پڑھیں، دین کا عالم بنیں، اور بڑے ہو کر دین کی خوب خدمت کریں۔ اللہ ہم سب کو اپنی محبت اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عنایت کرے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ (آمین)

سید سلمان

انسانی تخلیق کا اصل مقصد اللہ کی معرفت ہے

اللہ تعالیٰ کے لیے ہی تمام تعریف ہے جس نے انسان کو عظمت و بزرگی کے عظیم رتبے سے سرفراز فرمایا، خلافت کے زرّیں تاج سے نوازا، اس پیکر خاکی کو ایسے کمالات وصفات عطا فرمائے جو اس سے قبل مخلوقات میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں تھے ۔اللہ رب العزت نے ہزاروں مخلوقات میں حضرت انسان کے قلب میں جو نور معرفت رکھا وہ بقیہ کسی مخلوق کے حصے میں نہیں آیا۔اسی لیے ہر انسان پر اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنا فرض عین ہے، جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔

(الذاریات:۵۶)

ترجمہ: میں نے انسان اورجنات کو صرف اورصرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی ادام اللہ ظلہ علینا عبادت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عبادت ہر اس عمل صالح کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کے محبوب کی سنت کے مطابق کیا جائے۔

اس آیت میں لِيَعْبُدُوْن کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لِيَعْرِفُوْن سے کی ہے، یعنی میں نے جن وانس کو صرف اورصرف اپنی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ انسانی تخلیق کا اصل مقصد معرفت الٰہی ہے۔اب جو اس مقصد سے دور ہے اور جسے اپنے رب کی پہچان نہیں وہ گمراہ نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے اسی مقصد کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَ أَضَلُّ سَبِيلاً۔ (بنی اسرائیل:۷۲)

ترجمہ: جو اس دنیوی زندگی میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ رہے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں انسان کو اسی لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب کا دیدار اور معرفت حاصل کرے۔

پس جو شخص اس دنیا میں اپنے مولیٰ کی معرفت حاصل نہیں کرتا اور نور بصیرت سے محروم رہتا ہے وہ آخرت میں بھی اسی طرح نور بصیرت سے محروم رہے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ گمراہی میں رہے گا اور عذاب نار کا مستحق قرار پائے گا۔

احادیث کریمہ میں بھی آیا ہے کہ انسانی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ومعرفت کے سوا کچھ بھی نہیں، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَاللّٰہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

ترجمہ:تم اللہ کی عبادت اس طرح کروگویا کہ تم اُسے دیکھ رہے اوراگر یہ حالت نہ ہوتو یہ سمجھو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

معرفت میں اللہ کا دیدار ہوتا ہے، اگرچہ دل کی آنکھوں سے ہو، کیوں کہ سر کی آنکھوں سے اس دنیا میں اللہ کا دیدار کرنا سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔

داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا فرماتے ہیں کہ جب سالک دوسری کڑی فَاِنَّہٗ یَرَاکَ پہ رہتا ہے تو اس وقت وہ مراقبے کی منزل طے کررہا ہوتا ہے اور اگر پہلی کڑی کَاَنَّکَ تَرَاہُ پہ رہتا ہے تو اس وقت وہ مقام مشاہدہ پر فائز ہوتا ہے۔

یارغار سیدالعارفین امیرالمومنین حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے سے پہلے اپنے آپ کو عاجز جاننا ہی اللہ کی معرفت ہے۔کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ کی ذات کی عظمت جان سکے اور اس کے وجہ کریم کو کماحقہ پہچان سکے۔ اس راہ میں اپنی کمی کا اعتراف انبیا و مرسلین کی سنت ہے، اس کے جلال میں حیران رہ جانا دانشمندوں کی غایت ہے اور اس کے جمال میں متحیر رہنا سالکوں کی نہایت ہے۔

امام السالکین امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ۔

یعنی میں نے اپنے رب کے ذریعے اپنے رب کو پہچانا۔

امام العارفین امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم معرفت الٰہی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

عَرَفْتُ اللّٰہَ بِاللّٰہِ وَعَرَفْتُ مَادُوْنَ اللّٰہِ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: میں نے اللہ کو اللہ کی ذات سے پہچانا اور اللہ کے سوا کو اللہ کے نور سے پہچانا۔

سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی خلقت اپنی ہستی اور اپنے وجود کو پہچاننے کی کوشش کرے، کیوں کہ پہلے وہ کچھ نہ تھا پھر کچھ ہوا تو وہ کیا چیز تھی جس نے نیست سے ہست کی ابتدا کی۔ وہ ایک قطرۂ ناپاک تھا جس سے انسانی وجود کا ظہور ہوا، یعنی عقل وشعور، سماعت وبصارت، سر، زبان، ناک پیشانی، رگ وریشے، ہڈی، گودہ، گوشت، چمڑا وغیرہ پورے اعضائے انسانی ظاہر ہوئے اور یہ سب کچھ اپنے آپ پیدا نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

آج اگرچہ انسان درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے، مگر کیا وہ معمولی سا بال بھی پیدا کرسکتا ہے، نہیں ہرگز نہیں۔

اب اگر وہ غور کرے کہ سارے کمالات وقدرت کے باوجود انسان ایک بال بھی پیدا نہیں کرسکتا تو اس وقت جب وہ ناقص و عاجز تھا اور ایک قطرۂ ناپاک کے سوا کچھ نہ تھا بھلا اپنے آپ کو وہ کیسے پیدا کرلیتا، ان تمام چیزوں کا مشاہد کرتے کرتے آخر وہ ایک دن کہہ ہی دے گا کہ

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے

☆☆☆

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

پی جی، ڈگری، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ کورسز

بذریعہ فاصلاتی نظام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت 9 جنوری 1998 کو ایک سنٹرل یونیورسٹی کی حیثیت سے حیدرآباد میں قائم ہوئی۔ نظامت فاصلاتی تعلیم کے تحت 9 ریجنل سنٹرز اور 6 سب ریجنل سنٹرز ملک کے مختلف شہروں میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً 168 اسٹڈی سنٹرز ملک کے مختلف علاقوں میں قائم کیے گئے ہیں۔ گچی باؤلی، حیدرآباد میں یونیورسٹی کا صدر دفتر ہے۔

یونیورسٹی کے مقاصد میں اردو زبان کی ترویج و ترقی، اردو ذریعۂ تعلیم سے روایتی اور فاصلاتی طریقوں سے پیشہ ورانہ اور فنی تعلیم و تربیت اور تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ شامل ہے۔ یونیورسٹی میں تمام ذاتوں، عقیدوں، نسلوں اور طبقوں کے مرد و خواتین داخلہ لے سکتے ہیں۔

یونیورسٹی کے 9 علاقائی مراکز ملک کے مختلف شہروں (دہلی، پٹنہ، بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، سری نگر، کولکتہ، ممبئی اور رانچی) میں واقع ہیں اور چھ تحت علاقائی مراکز (لکھنؤ، جموں، سنبھل، نوح، امراوتی اور حیدرآباد) میں قائم کیے گئے ہیں۔ یونیورسٹی نے اپنے تعلیمی پروگراموں کی توسیع کے لیے ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی اپنے امتحان مراکز قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

تین سالہ ڈگری پروگرام

بی اے، بی ایس سی اور بی کام (B.A, B.Sc. & B. Com)

مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی فاصلاتی تعلیم کے تحت بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے سال اول میں داخلہ دو طریقوں سے دیتی ہے۔

(الف) اہلیتی امتحان میں کامیابی　اور　(ب) انٹرمیڈیٹ یا اس کے مساوی امتحان میں کامیابی کے ذریعہ۔

(الف) داخلہ بذریعہ اہلیتی امتحان

انٹرمیڈیٹ ((2+10 یا اس کے مماثل سند نہ رکھنے والے امیدواروں کو ڈگری (بی اے، بی ایس سی، بی کام) سال اول میں داخلہ کے لیے یونیورسٹی کی جانب سے اہلیتی امتحان منعقد کیا جاتا ہے۔ اہلیتی امتحان میں کامیابی کے بعد طلبہ ڈگری کے کسی بھی کورس یعنی (بی۔اے، بی ایس سی یا بی کام) میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ 31 اگست 2012 تک امیدوار کی عمر 18 سال سے کم نہ ہو۔ اہلیتی امتحان میں شرکت کے لیے کسی بھی تعلیمی قابلیت کی ضرورت نہیں ہے۔

اہلیتی امتحان میں شرکت کے لیے صرف صداقت نامہ تاریخ پیدائش کی ضرورت پڑتی ہے۔

صداقت نامہ تاریخ پیدائش:

☆ایسے امیدوار جنھوں نے سابق میں حکومت یا کسی یونیورسٹی کے مسلمہ اسکول یا کالج میں تعلیم حاصل کی ہو متعلقہ ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سے حاصل کردہ صداقت نامہ تاریخ پیدائش یا ٹرانسفر سرٹیفکیٹ (جس پر تاریخ پیدائش لکھی ہو) کی مصدقہ نقل منسلک کریں۔

☆ایسے امیدوار جو سرکاری یا نیم سرکاری اداروں میں کام کرتے ہوں اپنے سروس رجسٹر سے تاریخ پیدائش کے متعلق صفحہ کی فوٹو کاپی (نقل) متعلق عہدیدار کی تصدیق کے ساتھ داخل کریں۔

☆جن امیدواروں نے سابق میں نہ تو کہیں تعلیم حاصل کی ہے اور نہ ہی ملازمت کی ہو تو تاریخ پیدائش کے لیے مندرجہ ذیل کسی ایک عہدیدار سے حاصل کردہ صداقت نامہ کی فوٹو کاپی جو گزیٹیڈ آفیسر (Gazzetted Officer) سے تصدیق کردہ ہو۔

(i) رجسٹرار برائے پیدائش و اموات (ii) منڈل ریوینیو آفیسر (iii) اگزیکیٹیو مجسٹریٹ (iv) پنچایت آفیسر (v) پاسپورٹ (vi) الیکشن کمیشن کی جانب سے جاری کردہ شناختی کارڈ (vii) مدرسہ کی جانب سے جاری کردہ تاریخ پیدائش کی سند (viii) راشن کارڈ۔

اہلیتی امتحان میں کامیابی کے لیے امیدوار کو 35% نمبرات حاصل کرنا ضروری ہے۔

اہلیتی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے والے امیدواروں کو انفرادی طور پر ان کے نتیجہ کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اہلیتی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے والے امیدوار امتحان میں کامیابی کا نتیجہ کارڈ (Result Card) وصول ہونے کے بعد یونیورسٹی کے کسی بھی فاصلاتی ڈگری پروگرام میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

(ب) راست داخلہ (Direct Admission)

انٹرمیڈیٹ ((2+10 یا اس کے مساوی امتحان میں کامیاب امیدوار بلالحاظ عمر بی اے، بی ایس سی، بی کام سال اول میں داخلہ کے اہل ہیں۔ اردو یونیورسٹی نے مختلف عربی مدرسوں اور بورڈس کے بعض کورسوں کو جن میں انگریزی ایک لازمی مضمون کے طور پر ہے انٹرمیڈیٹ کے مساوی تسلیم کیا ہے۔ ان مسلمہ کورسوں کی بنیاد پر راست داخلہ حاصل کرنے والے خواہشمند امیدوار درخواست فارم کے ساتھ اپنے تعلیمی صداقت نامہ کی مصدقہ نقل منسلک کریں۔

کورس کی میعاد

بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے کورسز تین سالوں پر مشتمل ہیں۔ یہ کورسز زیادہ سے زیادہ 6 سالوں میں مکمل کیے جاسکتے ہیں۔

ایم اے (اردو) M.A (Urdu)

ایم اے (تاریخ) M.A (History)

ایم اے (انگلش) M.A. (English)

یہ کورس دو سالہ ہے۔ اس کورس میں داخلہ کے لیے کسی بھی مسلمہ یونیورسٹی کے گریجویٹ یا مماثل اہل ہیں۔

مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی سے متعلق دیگر کورسیز:

ایک سالہ ڈپلومہ پروگرام

(ا) جرنلزم اینڈ ماس کمیونی کیشن (Journalism and Mass Communication)

داخلے کے لیے تعلیمی اہلیت: اس پروگرام میں داخلے کے لیے 10+2 (انٹرمیڈیٹ) یا اس کے مساوی سرٹیفکیٹ لازمی ہے۔

(۲) Teach English : A Diplomja Course (One Year)

داخلے کے لیے تعلیمی اہلیت: اس کے لیے گریجویٹ یا اس کے مساوی سرٹیفکیٹ لازمی ہے۔

ایک سالہ پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما پروگرام (One Year P.G. Diploma Programme)

(الف) میوزیالوجی (Museology)

کورس کا تعارف: میوزیموں یعنی عجائب گھروں میں محفوظ آثار قدیمہ کے اشیا کی حفاظت، ان کی بقا، دیکھ بھال، ان کے انتظام اور ان کی نمائش سے متعلق علوم ومہارت کی تعلیم۔

داخلے کے لیے تعلیمی اہلیت: اس پروگرام میں داخلے کے لیے کم از کم تعلیمی قابلیت گریجویشن یا اس کے مساوی ڈگری ہے۔

(ب) ٹورزم مینجمنٹ (Tourism Management)

کورس کا تعارف: سیر وسیاحت آج ایک شعبے کی شکل اختیار کر لی ہے اور دنیا کی دوسری بڑی صنعتوں سے وابستہ ہو چکی ہے۔ مثلاً ہوٹل، ریستوراں، نقل وحمل، ٹریول ایجنسیز اور ثقافتی سیاحت وغیرہ۔ اس لیے ٹورزم کے شعبے میں پیشہ ورانہ کیریئر منتخب کرنے کے مواقع بڑھ گئے ہیں۔

داخلے کے لیے تعلیمی اہلیت: اس پروگرام کے لیے کم از کم تعلیمی قابلیت گریجویشن یا اس کے مساوی ڈگری ہے۔

چھ ماہی سرٹی فیکیٹ پروگرام

(ا) غذا اور تغذیہ (Food & Nutrition)

(۲) اردو زبان میں لیاقت انگلش زبان کے ذریعے (Proficiency in Urdu Through English)

(۳) اردو زبان میں لیاقت ہندی زبان کے ذریعے

(۴) (Functional English for Urdu Speaker)

☆ تفصیلی معلومات کے لیے ویب سائٹ دیکھیں: www.manuu.ac.in

نوٹ: کسی بھی یونیورسٹی سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: ذکی اللہ مصباحی (مسلم فاؤنڈیشن دہلی) Mob:

تصوف پر علمی، تنقیدی ودعوتی مجلہ

کتابی سلسلہ الاحسان الہ آباد

کا چوتھا شمارہ زیر ترتیب ہے!

مجلہ الاحسان ایک علمی، فکری اور دعوتی تحریک ہے جس کا مقصد، حقیقی اور عملی تصوف کے احیا کے ساتھ تصوف کے نام پر پھیلے خرافات کا خاتمہ اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ تصوف کے مختلف پہلوؤں پر اپنی علمی وفکری نگارشات سے اس علمی تحریک اور دعوتی مشن کو تقویت بخشیں۔

اپنی تحریر درج ذیل پتے پر ارسال کریں!

Shah Safi Academy, Khanqah-e-Arifia
Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad U.P.(India)
Pin Code: 212213
Email: alehsaan.yearly@gmail.com
shahsafiacademy@gmail.com
Mob:+91-9598618756/ 9026981216

تصوف پر علمی، تحقیقی ودعوتی مجلہ

کتابی سلسلہ الاحسان الہ آباد

کا تیسرا شمارہ منظر عام پر آچکا ہے۔

صفحات: 408/- قیمت: 225/-

خواہش مند حضرات اپنی کاپی/ایجنسی حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں۔

دہلی آفس: 47/14، فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاوس، اوکھلا، نئی دہلی-110025

Mob: 09899156384

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آتش پرست	آگ پوجنے والا، پارسی	تأمل	سوچ وفکر، کشمکش
آثارصحابہ	صحابہ کرام کے اقوال وافعال	تربت	قبر،مزار
ادراک	سمجھ،عقل، پانا	توکل	بھروسہ
انانیت	غرور، گھمنڈ	تصانیف	تصنیف کی جمع معنی کتابیں
الہامات، الہام کی جمع	اللہ کی جانب سے دل میں ڈالی ہوئی بات	تحمل	برداشت،صبر
استفادہ	فائدہ اٹھانا،نفع حاصل کرنا	تالیف	کتاب لکھنا،جمع کرنا،ترتیب دینا
العیاذ باللہ	اللہ کی پناہ	تخصیص	خاص کرنا،خصوصیت
اعلاء کلمۃ الحق	کلمۂ حق کی بلندی	ترغیب	شوق دلانا، کسی کام پر آمادہ کرنا
استدلال	دلیل لانا، دلیل چاہنا	تشریق	عیدالاضحیٰ کے بعد تین دن
اجماع	اتفاق رائے، کسی مسئلے میں متفق ہونا	حرمت	عظمت،عزت
اسفار، سفر کی جمع	سفر	حواس، حاسہ کی جمع	عقل، سمجھ کی قوت
انکشاف	ظاہر کرنا، کھلنا	حرص وہوس	لالچ اور خواہش نفس
اکتساب	کمانا، محنت سے حاصل کرنا	خودنمائی	اپنے آپ کو شو کرنا، شیخی
اجتناب	بچنا، رکنا، پرہیز کرنا، علاحدگی	خیانت	غبن، امانت میں چوری
بت گر	مورتی بنانے والا	خاتمہ بالخیر	ایمان کے ساتھ مرنا، نیک انجام
بت پرست	مورتی کی پوجا کرنے والا، کافر	خلقت	پیدائش، فطرت، سرشت
باطل	جھوٹ، غلط، ناحق	خلوت	تنہائی، خالی جگہ، گوشہ نشینی
بصیرت	عقل مندی، دل کی بینائی	خلافت	نیابت، اللہ والے کی جانشینی
بصارت	نظر، آنکھ کی روشنی	دنیاوی اغراض فاسدہ	دنیا کے برے مقاصد
پیکر خاکی	مٹی کا پتلا، انسان	دارفانی	ختم ہونے والا گھر، دنیا
تصرفات باطنی	دلوں پر قبضہ کرنا، دلوں پر قابو پانا	دنبہ	مینڈھا

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ذبیحہ	شرعی طور پر ذبح کیا ہوا جانور، قربانی کا جانور	عتاب الٰہی	اللہ کا عذاب، اللہ کی مار
راتبہ	کھانا، روزانہ کی خوراک، وظیفہ	غیبت	پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان کرنا
رزّاق	رزق دینے والا، اللہ	غنیمت	مفت میں ملی ہوئی چیز
راجح	بہتر، پسندیدہ	غایت	مقصد
رونمائی	منھ دکھائی، سلامی	فقدان	نہ ہونا، گم ہونا
روگرداں	منھ پھیرنے والا، منحرف، روٹھا ہوا	فراموش	ذہن سے اترا ہوا، بھولا ہوا
سماعت، سمع	سننے کی طاقت، کان	فسق و فجور	برائی، گناہ
سرچشمہ	سوتا، پانی نکلنے کی جگہ	فنافی اللہ	اللہ کے لیے اپنی خواہشات کو مٹا دینا
شیوہ	عادت، طریقہ، دستور	فنافی الشیخ	اپنے ارادے کو شیخ کے سپرد کر دینا
شاکرین	اللہ کا شکر کرنے والے	فدیہ	جان کا صدقہ، خون بہا
شواہد، شاہد کی جمع	گواہی دینے والے، حاضر	کج فہمی	ناسمجھی، غلط فہمی
شرعی حدود	اسلامی قانون، اسلامی سزائیں	کفالت	ذمہ داری، خرچ اٹھانا
صدائے الٰہی	اللہ کی پکار، غیب سے آنے والی آواز	کفران نعمت	ناشکری، نعمت کا انکار
صاحب سر	علم الٰہی رکھنے والے	لغزش	پھسلنا، بھول چوک
ضامن	ذمہ دار	للّٰہیت	اللہ کے لیے، اخلاص کے ساتھ
ضابطۂ حیات	نظام زندگی	لطائف روحانی	روحانی فیض،
طواف	چکر لگانا	منجنیق	پتھر پھینکنے کی مشین
طلوع	ظاہر ہونا، نکلنا	مبہم	جس کا مطلب واضح نہ ہو
عجز و نیاز	انکساری و عاجزی	مشروعیت، مشروع	جائز ہونا
مرادف	ہم معنی لفظ	مستعد	تیار
عذر شرعی	ایسی دشواری جس کو شریعت نے قبول کیا ہو	وعید	عذاب کا خوف

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی ومفاہیم مشمولہ مضامین کے معانی مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

ماھنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

الہ آباد واطراف

ابو میانز شاہی اسٹور، نور اللہ روڈ، الہ آباد-9839457055

مولانا ضیاء المصطفیٰ، جے کے آشیانہ، کریلی الہ آباد

محمد زبیر عالم، گریاواں، منصور آباد، الہ آباد-9795252994

محمد امتیاز، کنڈا، پرتاپ گڑھ، یوپی-8808646082

حجاز بک ڈپو، سیف آباد، پرتاپ گڑھ، یوپی-9839112969

عمران احمد، بابو پوروا، کانپور-9839101833

مولانا منور حسین، سمنان گارڈن،، لکھنؤ-9889245245

حافظ نیر اعظم، کینٹ روڈ، لال باغ لکھنؤ-09125139191

محمد ارشد خان، کشمیری گیٹ، فیروز آباد، یوپی-9259589974

امام مسجد بدا خاں، کھٹک پورہ، فرخ آباد، یوپی-8858839054

مدرسہ فیض العلوم صابریہ، گاندھی نگر، آگرہ-9286192523

دہلی واطراف

خواجہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-9313086318

مولانا عبد الودود، النور مسجد، جنک پوری، دہلی-9650203792

خان بک ڈپو، درگاہ مہرولی، نئی دہلی-

اخبار ایجنسی، شاہین باغ ہائی ایکس ٹینشن روڈ، نئی دہلی-

اطہر، نزد قریش مسجد، حضرت نظام الدین، دہلی-

الجامعۃ الاسلامیہ، جیت پور II، دہلی-9650934740

شاہ صفی اکیڈمی، بٹلہ ہاؤس، دہلی-9910865854

عبد اللہ بک ڈپو، پونچھ، ریاست جموں وکشمیر-

جنوبی ہند واطراف

محمد سلمان، سلاگٹہ، چکبالم پور، کرناٹک-9880095263

مولانا مشتاق، بیلگام، کرناٹک-8147449067

عزیز صدیق احمد، .H.K.P روڈ، بنگلور-9343324034

مدرسہ بیت القرآن، وینگل راؤنگر، نیلور-9849647618

غلام ذو النورین، حسینی مسجد، بیکانیر-9460172623

چشتی بک ڈپو، نزد مین گیٹ، درگاہ اجمیر_9460933025

قریشی نیوز ایجنسی، رجک

سنیمارو ڈ، راورکیلا، اڑیسہ 9439499458

بخشی انصاری، کوربا، چھتیس گڑھ-9993197956

حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ-7869230382

ممبئی واطراف

قاری سرفراز، دھاراوی، ممبئی-09323861303

شیخ جاوید اقبال، شیلیس نگر، ممرا، مہاراشٹر-9322865066

محمد ابراہیم، شولاپور، مہاراشٹر-9421067863

ابراہیم۔منگل گیری، شولاپور-9421067863

اسلم بھائی، ہاؤسنگ بورڈ، مڈگاؤں، گوا-9763900918

عادل نورانی، الامین مسجد، سلطانیہ جمخانہ، سورت-9897657786

گلشن میڈیکیئر، سکندر آباد، حیدر آباد-27716760

کولکاتا واطراف

نیوز پیپر ایجنٹ، رابندرا سارانی، کولکاتا-9748210140

بک اسٹال، نیئر مسلم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا، 16_9330643486

خانقاہ نعمتی مٹیا برج، کولکاتا-09831746380

مدرسہ سلیمیہ فیض العلوم، کمرہٹی، کولکاتا-9748421851

نسیم بک ڈپو، کولوٹولہ، کولکاتا-9339422992

رضا بک سینٹر، روشن گلدار لین، ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ-9330462827

بہار واطراف

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ-9835523993

دار العلوم غریب نواز، جھلوا، گڑھوا، جھارکھنڈ-

محمد اجمل، جپلا، پلامو، جھارکھنڈ-9430002405

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ-9798306353

بک ایمپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ-9304888739

مولانا غلام سبحانی، رضا مسجد، مہندرو، پٹنہ-9386979260

نیلو بک سینٹر، پٹنہ سٹی، پٹنہ-9910865854,9771535933

مراد علی، بارون بازار، اورنگ آباد، بہار-9507840625

حافظ عبد اللطیف، نیل کوٹھی، ڈہری اون سون، رہتاس، بہار-

انصار بک ڈپو، بارہ پتھر، ڈہری اون سون-8603741579

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، نہوٹا شیر گھاٹی، گیا-9939479919

رضا بک سیلر، کمپنی باغ، مظفر پور، بہار-9709634293

دار العلوم تاج الشریعہ، مصری گنج، مدھوبنی-9931431786

دینی کتاب گھر، ڈومرا روڈ، راجو پٹی، سیتا مڑھی-9661721493

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں:9312922953